عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۳ | ۲۵ محرم تا ۲ صفر المظفر ۱۴۴۶ھ مطابق یکم تا ۷ اگست ۲۰۲۴ء | شمارہ: ۲۹

قادیانی مسئلے کا تسلسل

معروضی صورت حال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمت پر دس حق

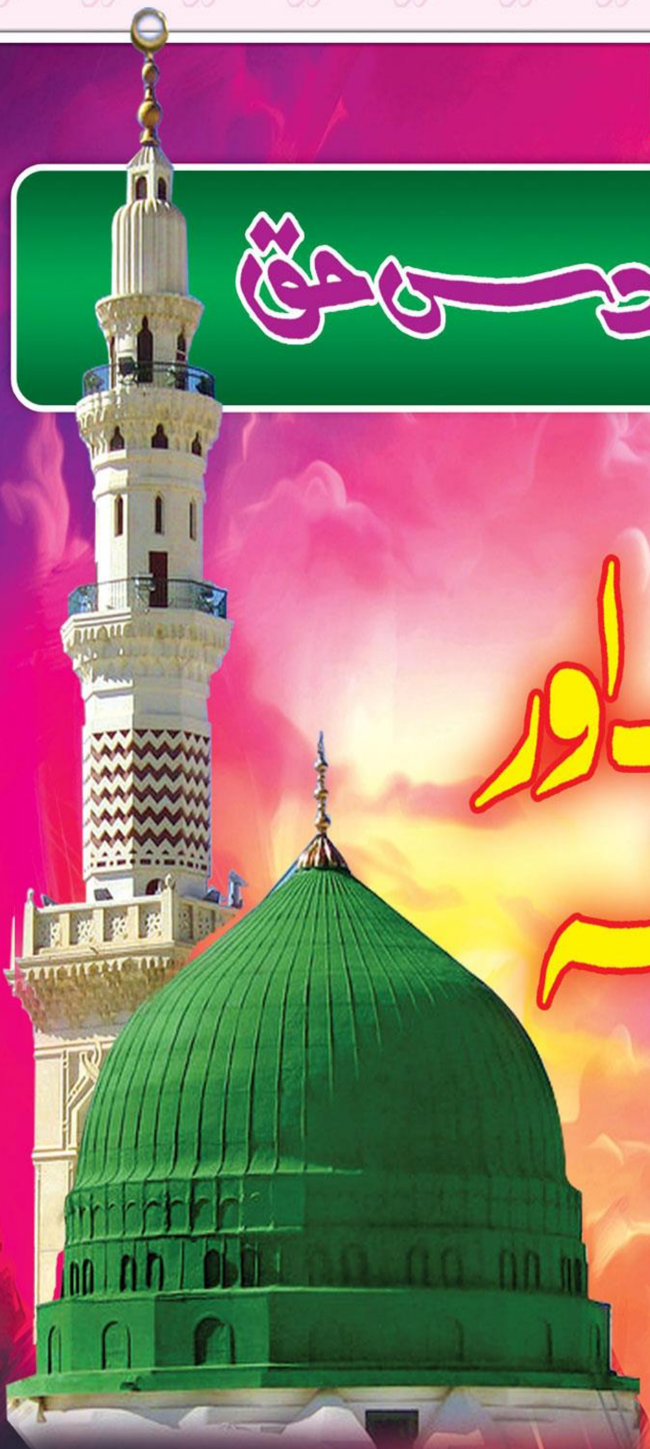

مواخاتؓ اور میثاقِ مدینہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدبرانہ فیصلے

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

بیوی کی وصیت اور ترکہ کی تقسیم

س:.... میری بیوی نے اپنی حیات میں مندرجہ ذیل وصیت کی تھی، اس پر عمل درآمد کس طرح کیا جائے؟ میں بہ ہوش و حواس یہ وصیت لکھ رہی ہوں کہ: میری دو سال کی نمازوں کا فدیہ دینا ہے، دو ماہ کے روزوں کا فدیہ دینا ہے، گھر کا سب سامان میرے شوہر کی ملکیت ہے، زیور میری بیٹیوں کی ملکیت ہے، وغیرہ......۔

ج:.... صورت مسؤلہ میں مرحومہ کے کُل ترکہ میں سے سب سے پہلے ایک تہائی کے اندر اندر اس کی وصیت کے مطابق نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا۔ ایک تہائی سے زیادہ ترکہ میں سے وصول نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ وصیت شرعاً ایک تہائی میں ہی نافذ ہوتی ہے اور باقی کے دو تہائی ورثاء کا حق ہوتا ہے۔ رات دن کی پانچ نمازیں اور ایک وتر کا فدیہ دیا جائے۔ صدقۂ فطر کی مقدار کے برابر ایک روزہ کا فدیہ ہے اور یہی ایک نماز کا فدیہ بھی ہے۔

ورثاء کے حق میں کی گئی وصیت نافذ نہیں ہوتی، کیونکہ انہیں شرعاً ترکہ میں سے اپنا حصہ ملتا ہے، جو شریعت نے ان کے لئے مقرر کیا ہے اس لئے وصیت ورثاء کے حق میں کالعدم ہے (اور گھر کے سامان کے بارے میں تفصیل یہ ہے) جو گھر کا سامان شوہر نے مشترکہ استعمال کے لئے خود خریدا ہے تو اس میں شوہر کی ملکیت معتبر ہوگی، ہاں اگر کوئی چیز خاص بیوی کے لئے ہی خریدی تھی تو وہ مرحومہ کی ملکیت شمار ہوگی اور اب ترکہ میں شمار ہوگی۔

اس کے علاوہ جہیز کا سارا سامان مرحومہ کا ترکہ ہے۔ باقی بچیوں کے نام جو زیورات کئے تھے اگر زندگی میں حالت تندرستی میں ہی تقسیم کر دیئے تھے اور اس بات کے گواہ (دو عاقل بالغ مرد یا ایک مرد، دو عورتیں) بھی موجود ہیں تو ایسی صورت میں یہ زیورات صرف بچیوں کی ملکیت ہوں گے، جس کے نام جو چیز کی تھی وہ اُسی بچی کی ہوگی، اور اگر کوئی گواہ موجود نہیں یا گواہ مکمل نہیں تو یہ ترکہ میں شامل ہو کر تمام ورثاء میں تقسیم ہوں گے، اور ترکہ کی تقسیم کا وہی طریقہ ہے جو پہلے آپ کو جواب دے دیا گیا ہے، اس میں ہر ایک وارث کو اس کا حصہ شرعی بتادیا ہے۔ اس کے علاوہ جو سامان اسکول کا ہے وہ واپس اسکول میں دے دیا جائے وہ اسکول کی امانت ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ ختم نبوۃ

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۳ ۲۵ محرم تا ۲ رصفر المظفر ۱۴۴۶ھ مطابق یکم تا ۷ راگست ۲۰۲۴ء شمارہ: ۲۹

سرپرست
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

خون کے ناقضِ وضو ہونے پر احادیث	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
مواخات اور میثاقِ مدینہ.....	۷	مولانا ظفر دارک قاسمی
آنحضرت ﷺ کے امت پر دس حق	۱۱	مولانا ندیم احمد انصاری
حضرت سیّدنا عثمان ذوالنورینؓ (۵)	۱۵	تلخیص: مولانا محمد قاسم
چند وضاحتیں	۱۸	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
قادیانی مسئلہ کا تسلسل او...	۲۰	حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
تحفظ ختم نبوت تربیتی کورس....	۲۴	مولانا عبدالحئی مطمئن

بیاد
امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِ تعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِنبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۸۷ فصل:... ۲ہجری کے واقعات

۱۹:..... **عبداللہ بن مسعودؓ کی حبشہ سے آمد:**..... اسی سال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول تھے، انہوں نے (پہلے دستور کے مطابق) سلام عرض کیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب نہیں دیا، (اور نماز سے فارغ ہوکر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ اب نماز میں سلام وکلام کی ممانعت ہوچکی ہے)۔

۲۰:..... **قتال کی اجازت:**..... اسی سال ۱۲رصفر کو کفار کے ساتھ قتال کی اجازت ہوئی، اور اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی: ’’اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا‘‘ (الآیۃ) یہ سب سے پہلی آیت ہے جس سے قتال کی اجازت ہوئی، اور قبل ازیں بہتر آیتیں جو تحریم قتال کے بارے میں نازل ہوئی تھیں وہ اس سے منسوخ ہوگئیں، بعدازاں جب سورۂ برائۃ کی ’’آیتِ سیف‘‘ نازل ہوئی: ’’فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ‘‘ (التوبۃ:۵۰)

ترجمہ:..... ’’پس ان مشرکین کو جہاں چاہو مارو، پکڑو، باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں پر ان کی تاک میں بیٹھو‘‘ (بیان القرآن)

تو یہ اس سے قبل کی نازل شدہ (۱۲۰) آیتوں کے لئے ناسخ قرار پائی، کیونکہ اس کے ذریعے قتال فرض کردیا گیا، جبکہ اس سے پہلے کی نازل شدہ آیتوں میں یا تو قتال مطلقاً ممنوع تھا، یا صرف کفار کی جانب سے ابتدا کی صورت میں اجازت تھی، ورنہ ممانعت تھی، یا مطلقاً اجازت تو تھی مگر فرضیت نہیں تھی۔

۲۱:..... **سب سے پہلی غنیمت:**..... اسی سال عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے سریہ میں جو بطن نخلہ بھیجا گیا تھا، اسلامی تاریخ میں سب سے پہلی غنیمت حاصل ہوئی جیسا کہ سرایا کے بیان میں گزر چکا ہے۔

۲۲:..... **شہرِ حرام میں قتال:**..... اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ عبداللہ بن جحش اور ان کے رُفقاء نے رجب کا چاند دیکھا تھا، انہوں نے یکم رجب کو ۳۰رجمادی الاخریٰ سمجھتے ہوئے کفار سے لڑائی کی، جس میں خون ریزی کی نوبت آئی، اس پر مشرکین نے طعنہ زنی کی کہ یہ لوگ تو حرمت کے مہینے کا بھی لحاظ نہیں کرتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ’’يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ.....‘‘ (البقرۃ:۲۱۷)

۲۳:..... **سب سے پہلا کافر جو قتل ہوا:**..... اسی سال عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے سریہ میں عمرو بن علاء حضرمی نامی کافر قتل ہوا، یہ سب سے پہلا کافر تھا جو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

۲۴:..... **سب سے پہلا کافر قیدی:**..... اسی سال اسی سریہ میں دو کافر قید ہوئے، جو سب سے پہلے کافر قیدی تھے، ۱۔حکم بن کیسان، ۲۔عثمان بن عبداللہ۔ حکم بن کیسان نے تو اسلام قبول کرلیا اور بڑا پکا سچا مسلمان ثابت ہوا، مگر عثمان آزاد ہونے کے بعد مکہ چلا گیا اور وہیں بحالتِ کفر مرا۔

۲۵:..... **سب سے پہلا امیر:**..... ایک قول کے مطابق اسی سال عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلا امیر بنایا گیا، مگر راجح یہ ہے کہ سب سے پہلے امیر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ سرایا کے بیان میں گزرا۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

خون کے ناقضِ وضو ہونے پر چند احادیث

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

حدیث۱:.... اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَعَفَ أَحَدُکُمْ فِيْ صَلَاتِہٖ فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَغْسِلْ عَنْہُ الدَّمَ، ثُمَّ لِیُعِدْ وُضُوْءَہٗ وَیَسْتَقْبِلْ صَلَاتَہٗ۔ (أخرجہ الدّارقطنی فی: ۱/۵۵، وقال: لَا بَأْسَ بِہٖ)

ترجمہ:.... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کی اپنی نماز میں نکسیر پھوٹ جائے تو اسے چاہئے کہ نماز سے لوٹ جائے، پہلے اپنے آپ سے خون دھو ڈالے، پھر وہ اپنے وضو کو لوٹائے اور دوبارہ سے اپنی نماز شروع کرے۔

حدیث ۲:.... ’’أَبُوْ ہُرَیْرَۃَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا صَلّٰی أَحَدُکُمْ فَرَعَفَ أَوْ قَاءَ فَلْیَضَعْ یَدَہٗ عَلٰی فِیْہِ وَیَنْظُرْ رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ لَمْ یَسْبِقْ بِشَيْءٍ فَیُقَدِّمُہٗ، وَیَذْہَبْ فَیَتَوَضَّأُ ثُمَّ یَجِيْءُ فَیَبْنِيْ عَلٰی صَلَاتِہٖ مَا لَمْ یَتَکَلَّمْ فَإِنْ تَکَلَّمَ اسْتَأْنَفَ الصَّلَاۃَ‘‘ (أخرجہ الدّارقطنی فی باب الصلاۃ المریض ومن رعف فی صلاتہ کیف یستخلف، ۱/۱۷۹)

ترجمہ:.... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے پھر اس کی نکسیر پھوٹ جائے یا قے آجائے تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے اور لوگوں (مقتدیوں) میں سے ایسے آدمی کو دیکھے کہ جس سے نماز کا کچھ بھی حصہ نہ چھوٹا ہو، پس اس آدمی کو آگے کردے (امام بنادے) اور یہ چلا جائے پھر وضو کرے اور اپنی نماز پر بنا کرلے جب تک کہ اس نے کسی سے کلام نہ کیا ہو، پس اگر کلام کرلیا ہو تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔

حدیث ۳:.... زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْوُضُوْءُ مِنْ کُلِّ دَمٍ سَائِلٍ۔ (رواہ ابن عدی فی الکامل فی ترجمۃ احمد بن الفرج، وقال: ھذا حدیث لا نعرفہ الا من حدیث احمد ھذا، وھو ممن لا یحتج بحدیثہ ولکنہ یکتب، فان الناس مع ضعفہ قد احتملوا احدیثہ انتھی، قال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل: کتبنا عنہ ومحلہ عندنا الصدق، کما فی نصب الرایۃ: ۱/۳۷)

ترجمہ:.... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ہر بہنے والے خون کے سبب وضو کیا جائے۔

حدیث ۴:.... عَنْ عَلِيٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ قَالَ: إِذَا وَجَدَ أَحَدُکُمْ رِزًّا أَوْ رُعَافًا أَوْ قَیْئًا فَلْیَنْصَرِفْ وَلْیَضَعْ یَدَہٗ عَلٰی أَنْفِہٖ فَلْیَتَوَضَّأْ۔

(أخرجہ عبدالرزاق فی ۲/۳۳۸ و ۳۳۹، برقم: ۳۶۰۶ و ۳۶۰۷)

ترجمہ:.... حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جب کوئی پیٹ میں گڑگڑاہٹ یا نکسیر پھوٹنا یا قے ہوتا محسوس کرے تو اپنا ہاتھ ناک پر رکھ کر نماز سے لوٹے اور وضو کرے۔

حدیث۵:.... عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهَا حَدَّثَتْ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُغْتَسَلُ مِنَ الْحِجَامَةِ۔

(أخرجہ ابن ابی شیبۃ فی ۱/۴۴)

ترجمہ:.... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حجامہ کرنے کے سبب غسل کیا جائے۔

حدیث۶:.... عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا رَعَفَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ أَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ، فَإِنْ كَانَ قَلْسًا يَغْسِلُهُ، أَوْ وَجَدَ مَذْيًا فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى مَا بَقِيَ مِنْ صَلَاتِهِ، وَلَا يَسْتَقْبِلُهَا جَدِيدًا، وَهُوَ مَعَ ذٰلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَى مَا بَقِيَ مِنْ صَلَاتِهِ۔ (أخرجہ عبدالرزاق فی: ۲/۳۴۱، برقم: ۳۶۱۸)

ترجمہ:.... حضرت ابن جریج اپنے والد سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب تم میں سے کسی کی نماز میں نکسیر پھوٹ جائے یا اسے قے آجائے خواہ اگر کھانا یا پانی پیٹ سے منہ تک آئے یا کوئی مذی (نکلتی) محسوس کرے تو وہ لوٹے اور وضو کرے پھر واپس آکر اپنی باقی شدہ نماز پڑھے اور اسے نماز دوبارہ سے شروع کرنے کی ضرورت نہیں ہے جب تک کہ اس نے (اس دوران) کسی سے گفتگو نہ کی ہو، یہاں تک کہ وہ واپس آکر اپنی رہی ہوئی نماز پوری کرے۔

حدیث۷:.... عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُمَا كَانَ إِذَا رَعَفَ انْصَرَفَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ رَجَعَ فَبَنَى وَلَمْ يَتَكَلَّمْ۔

(أخرجہ مالک فی: ۱/۱۳، ومحمد فی ص: ۶۲، وفی مسند شافعی: ۱/۳۶، برقم: ۹۴، وعبدالرزاق فی: ۲/۳۴۰، برقم: ۳۶۱۲، والبیہقی فی: ۱/۲۵۶)

ترجمہ:.... حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جب کبھی نکسیر پھوٹ جاتی تو وہ جا کر وضو کر کے پھر واپس آکر اسی نماز پر بنا کرتے اور اس دوران کسی سے بات نہ کرتے۔

حدیث۸:.... عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: مَنْ أَصَابَهُ رُعَافٌ، أَوْ مَنْ وَجَدَ رُعَافًا، أَوْ مَذْيًا أَوْ قَيْئًا اِنْصَرَفَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنٰى۔

(مسند الشافعی: ۱/۳۵ و ۳۶ برقم: ۹۳، وعبدالرزاق فی ۲/۳۳۹ و ۳۴۰، برقم: ۳۶۰۹ و ۳۶۱۰، بزیادۃ: مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ)

ترجمہ:.... حضرت سالمؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: جس کسی کی نکسیر پھوٹ جائے یا جس کو نکسیر پھوٹتی یا مذی (نکلتی) محسوس ہو یا قے آنے لگے تو وہ جا کر وضو کرے پھر واپس لوٹ کر (اس نماز پر) بنا کر لے۔

حدیث۹:.... عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: رَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سَالَ مِنْ أَنْفِي دَمٌ، فَقَالَ: أَحْدِثْ وُضُوءًا۔

(أخرجہ البیہقی فی المعرفۃ: ۱/۳۷۴ و ۳۷۵، وفی نصب الرایۃ: ۱/۴۱، رَوَاهُ الْبَزَّارُ فِي مُسْنَدِهٖ وَسَكَتَ عَنْهُ)

ترجمہ:.... حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میری ناک سے خون بہہ رہا تھا تو آپ نے فرمایا: (جاؤ) وضو کر کے آؤ۔ (باقی صفحہ ۱۳ پر)

مواخات اور میثاقِ مدینہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدبرانہ فیصلے

مولانا ظفر دارک قاسمی، علی گڑھ

پوری انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے جو بہترین نظامِ زندگی اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر قیامت تک کے لیے ہوسکتا تھا، وہ اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء کے ذریعے اپنی کامل اور اکمل ترین شکل میں دے دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے بعد عمر بھر جس لگن اور ذمے داری کے ساتھ اپنے فرض کو پورا کر کے انسانیت کو پستی سے نکال کر رفعت تک پہنچانے کا فریضہ انجام دیا، اس کی مثال تاریخِ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثالی طرزِ حکم رانی، جس نے داخلی وخارجی سطح پر بکھرے یثرب کو دنیا کی بہترین اسلامی فلاحی ریاست مدینہ میں تبدیل کر دیا، اُس کی جھلک ہمہ وقت ہمارے سامنے ہونی چاہیے؛ تاکہ ان مشکل ترین حالات میں ہم اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنے مسائل حل کر سکیں۔ زیر نظر مضمون میں ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے اُن پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے؛ جو ایک اسلامی فلاحی ریاست کے قیام میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ جب بھی کوئی نیا نظام نافذ کرنا ہوتا ہے تو اس کے لیے پہلے ایک ایسی ٹیم تیار کی جاتی ہے جو نہ صرف اس نئے نظام کی جزئیات سے آگاہ ہو؛ بلکہ اس پر غیر متزلزل یقین بھی رکھتی ہو۔ اسی بنیادی اصول کے پیشِ نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل عرصہ مکہ میں اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے گزارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتھک کوششوں کی وجہ سے اچھا خاصا طبقہ مسلمان ہو گیا؛ مگر ابھی ایک ضرورت باقی تھی یعنی ایسا خطۂ زمین جہاں کی آبادی مکمل طور پر یا اکثریت اس نظام کے قبول کرنے پر تیار ہو؛ اس لیے کہ مکہ میں اکثریت غیر مسلموں کی تھی، ایسی حالت میں اسلامی نظام قانون کا نفاذ بے اثر ہو کر رہ جاتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد فوری طور پر مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی، دوسرے لفظوں میں ریاست کے لیے سکریٹریٹ قائم کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ معاشرے کے معاشی مسائل کے حل کو اوّلیت دی گئی۔ ایک طرف ریاست میں ہنگامی حالت تھی تو دوسری طرف انصارِ مدینہ تھے جن میں متوسط بھی تھے اور کافی مالدار بھی۔ ہمارے ہاں بھی ایک طبقہ معاشی ظلم کی وجہ سے بدحالی کا شکار ہے اور دوسرا طبقہ کافی متمول ہے۔ ایسی حالت میں محسنِ انسانیت نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ ایک ٹیم موجود تھی جو اسلامی فلاحی نظام پر پختہ یقین رکھتی تھی۔ اس ٹیم میں شامل لوگوں نے ایک دوسرے کے لیے قربانیاں دیں اور اس طرح دو طبقوں میں جو غیر معقول معاشی فرق تھا، وہ ختم ہو گیا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان دنوں مدینہ منورہ کی معیشت کا سارا انحصار یہودیوں کے سودی کاروبار پر تھا؛ مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین سے یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی یہودیوں سے سود پر قرض لے کر اپنا کاروبار شروع کر دو؛ کیوں کہ اس طرح معاشی انصاف پر مبنی معاشرے کی تشکیل ناممکن تھی؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصارِ مدینہ سے فرمایا کہ اپنے بھائیوں کی مدد کرو اور پھر قرضِ حسنہ کا نظام رائج فرمایا اور جب معاشرے کے افراد عملاً باہمی تعاون کے ذریعے بلا سود قرضوں پر معیشت کو قائم کرنے میں لگ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کو مکمل طور پر حرام قرار دے کر اس لعنت کو ختم کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی بھرپور مصروفیت کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ انتہائی مشکل اوقات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خداداد بصیرت سے سلامتی کی راہیں نکالیں۔ مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت مکے سے مختلف ہو گئی تھی؛ کیوں کہ مکہ میں مسلمان ایک مختصر اقلیت

کے طور پر رہ رہے تھے؛ جب کہ یہاں انھیں اکثریت حاصل تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہریت کی اسلامی تنظیم کا آغاز کیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتظمِ ریاست کا درجہ حاصل ہوگیا۔ اس میں شک نہیں کہ مکی زندگی کے مقابلے میں یہ بڑی کامیابی تھی؛ لیکن پرسکون معاشرے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا باقی تھا۔

مؤاخات کے طرزِ عمل نے مسلم معاشرے کو استحکام بخشا اور اسے ہر جارحیت کے خلاف مجتمع ہوکر لڑنے میں مدد دی۔ جن لوگوں میں مؤاخات قائم کی گئی تھی، ان کے متعلق دل چسپ اور حیرت انگیز تفصیلات کتبِ سیرت میں موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے درمیان مؤاخات قائم ہوجانے سے اطمینان حاصل ہوگیا۔ منافقین نے مہاجرین وانصار کے درمیان منافرت پھیلانے کی ہر ممکن کوشش کی؛ مگر مؤاخات نے ان کی چالیں ناکام بنادیں، اب ضرورت اس بات کی تھی کہ اہلِ مدینہ کو بیرونی خطرات سے بچانے کے لیے مسلم اور غیر مسلم کسی خاص نکتے پر متفق ہوتے، اہل مدینہ کے باہمی اختلافات کو بھی ہوا نہ ملتی اور مدینہ کے باہر کے لوگ بھی مدینہ منورہ پر حملے کی جرأت نہ کرتے۔ انہیں اغراض ومقاصد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے چند ہی ماہ بعد ایک دستاویز مرتب فرمائی، جسے اسی دستاویز میں کتاب اور صحیفہ کے نام سے یاد کیا گیا۔ اس دستاویز کو متعلقہ اشخاص سے گفت وشنید کے بعد لکھا گیا۔

دستاویز کے ذریعے شہر مدینہ کو پہلی مرتبہ ''شہری مملکت'' قرار دینا اور اس کے انتظام کا دستور مرتب کرنا تھا۔ اس معاہدے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی شہری ریاست کو ایک مستحکم نظم عطا کیا اور اس کے لیے خارجی خطرات سے نمٹنے کی بنیاد قائم کی۔ اس دستاویز نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک منتظمِ اعلیٰ کی حیثیت سے پیش کیا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبردست کامیابی تھی۔ دستاویز میں ایک بار لفظ ''دین'' بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس لفظ میں بیک وقت مذہب اور حکومت دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے اور یہ ایک ایسا اہم امر ہے کہ اس کو پیش نظر رکھے بغیر مذہبِ اسلام اور سیاساتِ اسلام کو اچھی طرح نہیں سمجھا جاسکتا۔

یہ تحریری معاہدہ ہے جس کی رو سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا معاشرتی ضابطہ قائم کیا، جس سے شرکائے معاہدہ میں سے ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے کی آزادی کا حق حاصل ہوا۔ اس سے انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی، اموال کے تحفظ کی ضمانت مل گئی۔ ارتکابِ جرم پر گرفت اور مؤاخذے نے دباؤ ڈالا اور معاہدین کی یہ بستی اس میں رہنے والوں کے لیے امن کا گہوارہ بن گئی۔ غور فرمائیے کہ سیاسی اور مذہبی زندگی کو ارتقاء کا کتنا بلند مرتبہ حاصل ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سیاست اور مذہبیت (دونوں) پر دستِ استبداد مسلط تھا اور دنیا فساد وظلم کا مرکز بنی ہوئی تھی۔

یہ معاہدہ اسلامی ریاست کی بنیاد تھا، یہاں سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نیا رخ اختیار کرتی ہے۔ اب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تدبر وفراست کے تمام پہلو ایک ایسے مرکز کے قیام کے لیے تھے جہاں سے دعوتِ اسلام موثر طریق سے دی جاسکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سابقہ کوششیں ایک مدبر کی تھیں؛ لیکن اب آپ منتظمِ ریاست کے طور پر سامنے آرہے ہیں، لہٰذا آپ کے تدبر کا مطالعہ اسی زاویے سے کرنا ہوگا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ذہن نشین رہنی چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر ایک اہم مقصد صالح معاشرے کا قیام تھا اور اس کے لیے حکومت کا ہونا ناگزیر تھا۔ آپ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! اقتدار کے ذریعے اسلام کی مدد فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اب ایک اسلامی ریاست کے قیام کی حرکت تیز ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دینی حکومت تھی اور اس کا مقصد دعوتِ دین، اصلاحِ اخلاق اور تزکیۂ نفس تھا۔ قرآن پاک نے اسلامی ریاست کا مقصد متعین کردیا ہے۔

ترجمہ: ''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخش دیں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور سب کاموں کا اختیار اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہے۔'' (الحج:۴۱)

یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کے طریق کار کو متعین کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول اور عوامی بہبود تھا۔ اس حکومت کی بنیاد خاندانی عصبیت اور نسلی شعور کی جگہ دینی وحدت پر قائم تھی۔ اس انوکھی اور اپنی نوعیت کی منفرد ریاست کے منتظم کا انداز بھی عام حکمرانوں سے یکسر مختلف

تھا۔ منظمِ ریاست کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تدبر کی بے شمار مثالیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی عظمت کا پتا دیتی ہیں۔

معاشی انصاف قائم کرنے کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی مملکت کی داخلی سیاسی پالیسی کا اعلان فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور اس کے نواحی علاقوں پر مشتمل خطے کو ایک وحدت قرار دیا۔ اس وحدت میں بسنے والے غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ فرمایا۔ ان غیر مسلموں کو مکمل شہری حیثیت دی گئی۔ امورِ داخلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی توجہ استحکامِ امن اور اخلاقی تربیت کی طرف رکھی۔ شہری ریاست کو اندرونی خلفشار سے بچانے اور استحکام بخشنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل تدابیر اختیار کیں۔

مواخات اور میثاقِ مدینہ کے علاوہ قریبی قبائل سے معاہدے کیے۔ اس طرح مدینے کے گرد و نواح میں دوستوں کا اضافہ ہوا اور مخالفتوں میں مسلسل کمی ہوتی چلی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تدبیر اختیار فرمائی کہ عرب میں جو شخص، خاندان یا قبیلہ مسلمان ہو تو وہ ہجرت کر کے مدینہ یا مضافات میں آبسے؛ تاکہ آبادی بڑھنے سے فوجی و سیاسی پوزیشن مضبوط ہو۔ اس طرزِ عمل کا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمان فوج کے لیے محفوظ رضا کاروں میں روز افزوں اضافہ ہوا اور نو مسلموں کے لیے تعلیم و تربیت کا انتظام ہوا۔

خارجہ پالیسی کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امنِ عامہ اور بین الاقوامی اتحاد کو بنیاد بنایا۔ اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی جغرافیائی حدود میں وسعت اور جنگ و جدل پر مبنی نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ طے نہ ہو پاتا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس وقت مسلمان کم زور تھے اور غیر مسلموں کی قوت سے خوف زدہ تھے؛ کیوں کہ صحابہ کرام نے تو جانیں قربان کردینے کی قسمیں کھائی تھیں؛ مگر ہادیِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کی تمام شرائط مان کر صلح کرلینا ہی بہتر سمجھا۔

اسلام کی خارجہ پالیسی کا اصول یہ ہے کہ باوقار زندگی کے لیے پُر امن جدوجہد جاری رکھی جائے۔ اگر کوئی شر پسند اس راہ میں حائل ہو تو اس حد تک اس کے خلاف کارروائی کی جائے جس حد تک اس کی ضرورت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اقوام کے ساتھ دوستی کے معاہدے کیے۔ جو قومیں غیر جانبدار رہنا پسند کرتی تھیں، ان کی غیر جانبداری کا احترام کیا۔

اسلامی ریاست میں نظامِ تعلیم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیرؓ کو معلم بنا کر مدینہ بھیج دیا تھا اور ہجرت کے بعد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو باقاعدہ درس گاہ کا درجہ حاصل ہوگیا۔ طلبہ کے لیے چبوترہ ڈالا گیا جس کو ”صفہ“ کہا گیا۔ یہاں یہ طلبہ قیام کرتے تھے۔ عرب میں چوں کہ لکھنے کا رواج نہیں تھا؛ اس لیے مسجد نبوی ہی میں عبداللہ بن سعید بن العاص اور عبادہ بن صامت کو لکھنا سکھانے پر مامور کیا گیا۔ بعض صحابہ کرامؓ کو مختلف زبانیں سکھائی گئیں اور فنونِ جنگ کی تعلیم بھی ہر جوان کے لیے ضروری قرار دی گئی۔ خواتین گھریلو صنعتوں کے ساتھ علاج معالجے کا انتظام بھی کرتی تھیں؛ حتیٰ کہ ایک صحابیہؓ نے مسجد نبوی ہی میں خیمہ لگا دیا تھا، جہاں زخمیوں کی مرہم پٹی کی جاتی تھی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں عام تقسیم کے مطابق دینی و دنیاوی دونوں حیثیتیں جامع طور پر موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت اساسی طور پر دینی تھی؛ اس لیے آپ کی سیاست بھی دینی تھی۔ انتظامِ سلطنت کے بعض امور وہ تھے جن کا تعلق وحی اور الہام سے ہوتا، اس میں آپ کو کسی مشورے کی ضرورت نہیں تھی، باقی امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ مختلف معاملات میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی الہامی حیثیت کو اس طرح بیان کرتا ہے: ”ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر برحق کتاب اتاری؛ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق حکومت فرمائیں۔“ (النساء:۱۰۵)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرتے تھے اور عام اور خاص معاملات ان کے سپرد کرتے، خاص طور پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو دوسروں کی نسبت خصوصیت دیتے۔ یہاں تک کہ وہ عرب جو قیصر اور کسریٰ اور نجاشی کی سلطنتوں اور ان کے حالات سے واقف تھے، وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر کہا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے اس پہلو کو جس کا تعلق عام معاملات سے ہے، قرآن پاک نے مشورے کے اصول سے واضح کیا۔ ”ان سے معاملات میں مشورہ کریں اور پھر جب آپ عزم کرلیں تو

اللہ پر بھروسا رکھیں۔‘‘ (آل عمران:۱۵۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ انتظام کا ایک پہلو وہ ملکی تقسیم ہے جس سے سلطنت داخلی طور پر مستحکم ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بعض علاقے بذریعہ فتح اسلام کے زیر نگیں ہوے اور بعض معاہدے کے تحت قبضے میں آئے۔ جو علاقے فتح کے ذریعے قبضے میں آئے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گورنر مقرر کیے۔ مثلاً حجاز اور نجد کے صوبے کا گورنر انھیں بنایا جن کا صدر مقام مکہ تھا اور جو علاقے صلح نامے کے ذریعے اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے، ان کے حکم ران وہیں کے امراء رہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا جزیہ دینے پر رضامند ہو گئے ہوں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی حکومت کا انتظام چلانے کے لیے مختلف اوقات میں عامل (گورنر) مقرر کیے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چوں کہ یمن اور حجاز اسلامی حکومت میں شامل ہو چکے تھے؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان علاقوں میں والی مقرر کرتے ہوئے ان کے تقویٰ، علم و دانش، عقل و عمل اور فہم و فراست کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔ امراء کے انتخاب میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمتِ عملی کا ایک اہم جزء یہ تھا کہ جو لوگ والی بننے کی درخواست کرتے ان کی درخواست رد کر دیتے۔ افسروں کے انتخاب کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمتِ عملی قرآن پاک کی اس آیت کی تعبیر تھی۔

ترجمہ: ’’بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ عہدے ان کے اہل کو دیئے جائیں۔‘‘ (النساء)

اگر چہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں احتساب کا کوئی مستقل محکمہ قائم نہیں تھا؛ مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرض خود انجام دیا کرتے تھے۔ تجارتی معاملات کی بھی نگرانی فرماتے۔ عرب میں تجارتی معاملات کی حالت نہایت قابلِ اصلاح تھی۔ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اصلاحات کو جاری کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے اصلاحات پر عمل کراتے، جو باز نہیں آتے انھیں سزائیں دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کوئی باقاعدہ جیل خانہ نہیں تھا؛ اس لیے صرف اتنا خیال کیا جاتا تھا کہ مجرم کو کچھ مدت کے لیے لوگوں سے ملنے جلنے اور معاشرتی تعلقات قائم نہ رکھنے دیے جائیں۔

اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ مجرم کو کسی گھر یا مسجد میں بند کر دیا جاتا تھا اور اس کے مخالف کو اس پر متعین کر دیا جاتا تھا؛ تاکہ وہ مجرم کو لوگوں سے ملنے نہ دے۔ صحیح بخاری میں ہے:

’’حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیکھا کہ لوگ تخمیناً غلہ خریدتے تھے۔ ان کو اس بات پر سزا دی جاتی تھی کہ اپنے گھروں میں منتقل کرنے سے پہلے اس کو خود ہی وہاں بیچ ڈالیں جہاں اس کو خریدا تھا۔‘‘ (بخاری شریف)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمال پر کڑی نگاہ رکھتے، کسی عامل کی شکایت پہنچتی تو فوراً تحقیقات کراتے؛ کیوں کہ حکم ران کی حیثیت ایک داعی کی ہے۔ اگر سلطنت عدل کی جگہ ظلم و تشدد قبول کر لے تو سلطنت کا نظام درہم برہم ہو جائے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیکریٹریٹ یا مرکزِ حکومت مسجد نبوی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام وفود اور سفیروں سے یہیں ملاقات کیا کرتے تھے۔ گورنروں اور عمائدینِ حکومت کو ہدایات مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے روانہ کی جاتیں۔ سیاسی و دیگر معاملات میں صحابہ کرام سے یہیں مشورہ کرتے۔ ہر قسم کی سیاسی اور مذہبی تقاریب کا انعقاد مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتا۔ تاریخ عرب میں ہے: ’’مسجد مسلمانوں کی مشترکہ عبادت، فوج اور سیاسی اجتماع کی جگہ تھی۔ نماز پڑھانے والا امام ہی اہل ایمان کی فوج کا سپہ سالار ہوتا تھا اور جملہ مسلمانوں کو حکم تھا کہ ساری دنیا کے مقابلے میں ایک دوسرے کے محافظ و معاون رہیں۔ مالِ غنیمت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آتا تھا اور یہیں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے مستحقین میں تقسیم کیا کرتے تھے۔‘‘

سطور بالا کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آج جو پوری دنیا میں بدامنی اور ابتری کا دور دورہ ہے اسے ختم کرنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ مکی اور مدنی زندگی میں تلاش کریں، آپ نے اپنے دورِ حکمرانی میں تمام نوعِ انسانیت کے ساتھ عدل مساوات اور سماجی برابری کا رویہ اپنایا، لہٰذا ہمارے ملک کی صوبائی و مرکزی حکومتوں کو چاہیے کہ وہ فوراً امن و سلامتی کی روایت کو مضبوط کریں، تبھی جا کر یہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 2، جلد: 99، ربیع الثانی 1436ہجری مطابق فروری 2015ء)

☆☆ .... ☆☆

آنحضرت ﷺ کے اُمت پر دس حق!

مولانا ندیم احمد انصاری

محسنِ انسانیت، رحمۃ للعالمین، سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنھوں نے حیوانِ ناطق کو انسان بنایا، بچیوں کو زندہ درگور کرنے والوں کو ان سے محبت کرنا سکھایا، عورت کو معاشرے میں ایک چیز سے بڑھا کر گھر کی ملکہ کا شرف بخشا، بڑوں کے ادب و احترام کی تاکید کی، چھوٹوں پر شفقت کرنا سکھایا، بیواؤں، ضعیفوں اور کمزوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تعلیم دی اور مخلوق سے خالق کا تعارف کروایا۔ آج ہم اُنھیں کے حقوق سے ناواقف ہو گئے! اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے اس جرمِ عظیم کو معاف فرمائے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ادا کرنے والا بنائے، آمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق امت پر لازم ہیں، انھیں چند عناوین کے تحت بیان کرنی کی کوشش کی جاتی ہے:

نبی ﷺ پر ایمان لانا:

ایمان کے جو بنیادی ارکان ہیں، اُن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی داخل ہے، اگر کوئی شخص اللہ پر ایمان لانے کا دعوے دار ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرے، اُسے مؤمن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ارشاد ربانی ہے: اے ایمان والو! ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اُس کے رسول پر۔ (سورۃ النساء)

نیز ارشاد فرمایا: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، وہی اپنے پروردگار کے نزدیک سچے ہیں۔ (سورۃ الحدید)

احادیث کے مطابق بھی درجِ ذیل امور پر ایمان لانا ضروری ہے: اللہ تعالیٰ پر فرشتوں پر (اللہ کی طرف سے نازل کردہ) کتابوں پر رسولوں پر آخرت کے دن پر تقدیر اچھی ہو یا بری، اُس کے اللہ ہی کی طرف سے ہونے پر۔ (بخاری، مسلم)

نبی ﷺ کی اطاعت کرنا:

رسول کی حیثیت اسلام میں محض پیام بر کی نہیں، بلکہ اُس کی اطاعت مستقلاً واجب ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ (سورۃ النساء)

اس آیت میں اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کو مستقل طور پر واجب قرار دیا گیا، اس لیے کہ ان دونوں اطاعت کے لیے قرآن مجید میں مستقل طور پر لفظ (اطیعوا) استعمال فرمایا گیا۔ اطاعتِ رسول کے مستقل واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا ہر حکم مانا جائے، خواہ اُس کی اصل ہمیں قرآن میں معلوم ہو سکے یا نہ، اس کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہیے کہ بعض سنتوں کی اصل قرآنِ کریم میں موجود نہیں، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ رسول کی اطاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا ہمیں مکلّف ہی نہیں بنایا کہ اس کی سنت قرآن مجید میں تلاش کی جائے۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ رسول کی اطاعت بھی صرف اُن احکام تک محدود ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں صاف صاف موجود ہے، تو پھر اصلاً اِس آیت کا کوئی مفہوم ہی باقی نہیں رہتا، اس کے علاوہ بھی بیسیوں آیتیں ہیں، جن میں اطاعتِ رسول کا علاحدہ حکم دیا گیا ہے، جن کا مطلب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہِ راست اطاعت کی جائے۔ یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ حکم خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہے، اس لیے اگر کوئی رسول کی اطاعت نہیں کرتا، وہ اصلاً اللہ کی اطاعت نہیں کرتا اور گویا رسول کی اطاعت میں بھی اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے مزید وضاحت کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا ہے: جس نے رسول کی اطاعت کی، اُس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ (سورۃ النساء)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ (بخاری)

معلوم ہوا کہ صرف اللہ پر یا رسول پر ایمان لانا کافی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت بھی واجب ہے۔

نبی ﷺ کا ادب واحترام کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت ادب واحترام بھی ایمان والوں پر لازم وضروری، بلکہ ایمان کا جز ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایمان والوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہی، رسولوں کو بھیجنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، تاکہ تم لوگ اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ، اُس کا ساتھ دو اور اُس کا ادب کرو۔(سورۃ الفتح)

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غایت درجے احترام کی نسبت ایمان والوں کو سخت تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو! اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرو، جیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے (اس بے ادبی کے باعث) تمام (نیک) اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔(سورۃ الحجرات)

نبی ﷺ سے محبت کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا بھی ایمان کا جز ہے، محبت بھی ایسی جو انسان کے اپنے اہل وعیال بلکہ اپنے نفس پر بھی غالب ہو۔ ایمان والوں کی صفات بتاتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا گیا: نبی کی ذات مؤمنوں کے لیے اپنی جانوں سے بھی مقدّم ہے۔(سورۃ الاحزاب)

اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہر مسلمان کے لیے اپنے ماں باپ سے زیادہ واجب التعمیل ہے، اگر ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کے خلاف کہیں اُن کا کہنا ماننا جائز نہیں، اِسی طرح خود اپنے نفس کی تمام خواہشات پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل مقدم ہے۔(معارف القرآن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اُس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا، جب تک اُس کے نزدیک اُس کی اولاد سے زیادہ، اُس کے ماں باپ سے زیادہ اور تمام انسانوں سے زیادہ، میں محبوب نہ ہو جاؤں۔(بخاری)

البتہ محبتِ رسول میں حد سے بڑھ جانا بھی نامناسب عمل ہے، یعنی شریعتِ اسلام میں رسول کی عظمت ومحبت فرض ہے، اس کے بغیر ایمان ہی نہیں ہوتا، مگر رسول کو کسی صفت یا علم یا قدرت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے برابر کر دینا گم راہی اور شرک ہے۔ قرآن مجید نے شرک کی حقیقت یہی بیان فرمائی ہے کہ غیر اللہ تعالیٰ کو کسی صفت میں اللہ تعالیٰ کے برابر کریں۔(سورۃ الشعراء)

نبی ﷺ کا دفاع کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا دفاع کرنا تمام اہل ایمان پر ہر دم واجب ہے، جیسا کہ سینکڑوں مرتبہ عفو ودرگزر کے باوجود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسانؓ کو حکم دیا تھا: (اُن) مشرکوں کی ہجو کرو (جس نے تمھارے نبی کی شان میں نازیبا کلمات کہے یا ہجو کی) یا فرمایا اس ہجو کا جواب دو (جو انھوں نے میرے بارے میں کی ہے)، جبریل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔(بخاری)

امت کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کا حکم دیا گیا یہ خود امت کے حق میں درجات کی بلندی کا سبب ہے، ورنہ باری تعالیٰ کو کسی کی حاجت نہیں اور اُس نے اپنے حبیب کی حفاظت کی ذمے داری خود لے رکھی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: پس اب اللہ کافی ہے، آپ کی طرف سے اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔(سورۃ البقرہ)

اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخالفوں کی زیادہ فکر نہ کریں، ہم خود اُن سے نمٹ لیں گے اور یہ ایسا ہی ہے، جیسے دوسرے مقام پر۔(سورۃ المائدہ)

میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخالفین کی فکر نہ کریں، اللہ تعالیٰ اُن سے آپ کی حفاظت خود کریں گے۔(معارف القرآنؒ غیر)

نبی ﷺ کی مدد ونصرت کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور مدد ونصرت کرنا بھی ہر ایمان والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے، ارشادِ ربانی ہے: اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون غیب کی باتوں کو بغیر دیکھے اُس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ (اس کے ذریعے تمہیں آزمانا اور نوازنا چاہتا ہے، ورنہ) بے شک اللہ تعالیٰ تو بہت قوت والا اور غلبے والا ہے۔(سورۃ الحدید)

سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام سے بھی رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت کا عہد لیا گیا تھا، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب وحکمت عطا کروں، پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمھیں ضرور اُس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اُس کی مدد کرنی ہوگی۔(سورۃ آل عمران)

نیز اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی رسول اللہ کے رفیق ومددگار ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے کہ بے شک! اللہ اور جبریل اور نیک مومنین اُس (رسول) کے حامی و دوست ہیں اور ان کے علاوہ (دیگر) فرشتے بھی۔ (سورۃ التحریم)

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور وفات کے بعد قیامت تک مومنین پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ نے اس نصرت کا گویا حق ادا کردیا، اب آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد مومنین پر لازم ہے کہ وہ مندرجہ ذیل صورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد ونصرت کریں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی باطل پرستوں کے ناجائز حیلوں، جاہلوں کی تحریف وتخریب سے حفاظت طعن پرستوں کے طعن اور گستاخوں کی گستاخی سے دفاع۔

نبی ﷺ کے بعد کسی کو نبی نہ ماننا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، ہاں! اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

(سورۃ الاحزاب)

یعنی رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہیں، اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کو آپ پر ختم کردیا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ کی نبوت کے بعد نبوت کا دروازہ بند کردیا گیا، اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور آپ کا لایا ہوا دین تمام گزشتہ دینوں کا ناسخ ہے، آپ کی لائی ہوئی کتاب تمام گذشتہ کتابوں کے احکام کی ناسخ ہے۔ قیامت تک کے لیے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اور آپ کی شریعت کا اتباع فرض ہے اور اس کے سوا تمام دینوں کا ترک کرنا لازم ہے۔ سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچنے کی سب راہیں بند کردی گئی ہیں اور آپ کی شریعت، تمام شریعتوں کی ناسخ ہے، اب قیامت تک آپ ہی کی شریعت رہے گی اور کبھی منسوخ نہ ہوگی۔ جو شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ سمجھے، وہ بلا شبہ کافر ہے اور جو شخص آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، وہ بلاشبہ کافر ہے۔ (عقائد الاسلام)

نبی ﷺ کے اہلِ بیتؓ وصحابہؓ سے محبت کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ اہلِ بیت میں داخل ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے: (اے نبی کی گھر والیو!) اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ وہ تم سے نجاست کو دور کردے اور تمھیں خوب پاک کردے۔ (سورۃ الاحزاب)

اس آیتِ مبارکہ میں ازواجِ مطہراتؓ کو قطعی طور پر اہلِ بیت میں شمار کیا گیا۔ نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مومنین کے لیے نبی کی ذات، اُن کے اپنے نفس پر مقدّم ہے اور نبی کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔ (سورۃ الاحزاب)

نیز مسلم شریف میں روایت ہے: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف فرما ہوئے، آپ پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی منقش چادر تھی، اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو چادر میں لے لیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بھی اس چادر میں داخل ہو گئے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لے آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں بھی چادرِ مبارک میں داخل فرمالیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں بھی چادر میں لے لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اہلِ بیت! اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم سے ہر بُری چیز کو دور فرما کر تمھیں خوب پاک صاف کردیں۔ (مسلم)

اہلِ بیت وآلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ امت میں کبھی زیرِ اختلاف نہیں رہا، بہ اجماع واتفاق اُن کی محبت وعظمت لازم ہے۔

(معارف القرآن)

بقیہ: ..... اداریہ

حدیث ۱۰: .... عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ كَعْبٍ الْحِمْيَرِي مُرْسَلًا: لَا تُقْطَعُ الصَّلَاةُ إِلَّا لِثَلَاثٍ: لِرُعَافٍ، أَوْ لِأَحْدَاثٍ، أَوْ لِتَسْلِيمِ الْإِنْصِرَافِ.

(أخرجہ عبدالرزاق فی: ۲/۳۴۳، برقم: ۳۶۲۶)

ترجمہ: .... حضرت عبداللہ بن کعب حمیری سے مرسلاً روایت ہے کہ نماز کو نہیں توڑا جائے گا سوائے تین وجوہات کے: نکسیر پھوٹنے کی وجہ سے یا کوئی حدث پیش آجانے کی وجہ سے یا سلام پھیرنے کی غرض سے۔ (از: کشف النقاب، ۲/۲۸۸)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

صحابی کرامؓ اسے کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو اور اسی حالت میں وہ دنیا سے رخصت بھی ہوا ہو۔ صحابہ، صحابی کی جمع ہے۔ (تدریب الراوی)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہؓ کو برا مت کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو میرے صحابہؓ کے خرچ کیے ہوئے ایک مد، بلکہ اس کے نصف کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری)

ایک حدیث میں فرمایا: میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو! میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو! میرے بعد انھیں نشانہ مت بنالینا، کیوں کہ جو شخص ان سے محبت کرے گا، وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا، جو ان سے بغض رکھے گا، وہ درحقیقت مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، جس نے انھیں تکلیف پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی اپنی گرفت میں لے لے گا۔ (ترمذی)

نبی ﷺ کے لیے دوستی یا دشمنی رکھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق اہلِ ایمان پر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں سے دوستی اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی رکھی جائے۔ ظاہر ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے، اُس کے گلی کوچے اور در ودیوار سے بھی محبت ہوتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں سے محبت کا اور آپ سے دشمنی رکھنے والوں سے دشمنی کا معاملہ کیا جائے۔ ارشادِ ربانی ہے: اللہ تعالیٰ تمھیں کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کرتا ہے، جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی، جو لوگ ایسے کافروں سے دوستی کریں گے وہ ظالم ہیں۔ (سورۃ الممتحنہ)

اس آیت میں اُن کفار کا بیان ہے، جو مسلمانوں کے مقابلے میں جنگ و قتال کر رہے ہوں اور مسلمانوں کو اُن کے گھروں سے نکالنے میں کوئی حصہ لے رہے ہوں، اُن کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ موالات اور دوستی سے منع فرماتا ہے، اِس میں برو احسان کا معاملہ کرنے کی ممانعت نہیں۔ محسنانہ سلوک برسرِ پیکار دشمنوں کے ساتھ بھی جائز ہے، البتہ دوسری نصوص کی بنا پر یہ شرط ہے کہ اُن کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے سے مسلمانوں کو کسی ضرر کا خطرہ نہ ہو، جہاں یہ خطرہ ہو، وہاں برّ و احسان اُن پر جائز نہیں، ہاں! عدل و انصاف ہر حال میں ہر شخص کے لیے ہر وقت ضروری اور واجب ہے۔ (معارف القرآن)

اس آیت اور اُس کی تفسیر میں یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ مومنوں کو اُسی سے محبت و دوستی رکھنی چاہیے، جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور مومنوں کا دوست اور چاہنے والا ہو۔

نبی ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنا بھی مومنین کے لیے سعادت مندی کی بات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے، قرآن مجید میں ہے: بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود وسلام بھیجا کرو۔

(سورۃ الاحزاب)

اس آیت میں صلوٰۃ وسلام کو امر کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا گیا اور چوں کہ اصول یہ ہے کہ امر وجوب کی دلالت کرتا ہے اور جب آیتِ مبارکہ سے تکرار کا وجوب ثابت نہیں تو زندگی بھر میں کم از کم ایک مرتبہ صلوٰۃ وسلام بھیجنا فرض ہوگا اور بار بار پڑھنا مستحب ہے۔ (فتاویٰ اسلامیہ) ☆

راہول گاندھی کا تقریر میں قرآن کا حوالہ، درود بھی پڑھا

نئی دہلی (مانیٹرنگ ڈیسک) بھارتی اپوزیشن لیڈر راہول گاندھی نے پارلیمنٹ میں تقریر کے دوران قرآن پاک کا حوالہ دیا اور درود پڑھا۔ راہول گاندھی نے لوک سبھا میں عدم تشدد اور امن کی بات کرتے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوالہ دیتے ہوئے درود پڑھا اور کہا کہ دنیا کی تمام عظیم ہستیوں نے عدم تشدد اور خوف کو ختم کرنے کی بات کی اور بتایا کہ ڈرنا نہیں چاہئے۔ اپوزیشن لیڈر نے بی جے پی اور ہندو انتہا پسند پارٹیوں کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ بی جے پی کے راہنما نفرت، خوف اور تشدد پھیلا رہے ہیں۔ یہ لوگ ہندو لیڈر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ نفرت اور تشدد بھی کرتے ہیں، یہ ہندو نہیں ہیں۔..... (روزنامہ اسلام کراچی، ۳؍جولائی ۲۰۲۴ء)

سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ..... فضائل ومناقب

تالیف:.... حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ (پانچویں قسط) تلخیص وانتخاب:..... مولانا محمد قاسم، کراچی

لیکن ایک خلیفہ یا فرمانروا محض وعظ وتذکیر پر اکتفا نہیں کرسکتا، اگر حالات ناسازگار ہوں اور تفہیم وتلقین بھی بے اثر رہیں تو تہدید اور زجر وتوبیخ سے کام لینا اس کے لئے ناگزیر ہوجاتا ہے، چنانچہ ملک میں جب شورش بڑھی اور نکتہ چینوں نے خلافت پر زبانِ طعن دراز کرنی شروع کردی تو امیرالمومنینؓ نے اس وقت جو خطبہ دیا؛ اس کے تیور کچھ اور ہیں، آپ نے فرمایا:

''بے شبہ! ہر چیز کے لئے ایک آفت اور ہر نعمت کے لئے ایک آزمائش ہے۔ اس دین میں ایسے لوگ بھی داخل ہیں جن کا کام ہی لوگوں میں کیڑے نکالنا اور ہوائی قلعے بنانا ہے۔ لوگو! یہ لوگ جب تمہارے سامنے آتے ہیں تو ایسی باتیں کرتے ہیں جن کو تم پسند کرتے ہو اور ان باتوں کو تم سے پوشیدہ رکھتے ہیں، جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ تم میں اور ان میں خوب گفت وشنید رہتی ہے۔ یہ لوگ شتر مرغ کی طرح بے مغز و بے دماغ ہیں، جوان کو پہلے بلاتا ہے اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں، ان کا سب سے پسندیدہ گھاٹ وہ ہے جو خشک ہو، آج میری جو چیزیں بری لگتی ہیں وہی چیزیں کثرت سے عمرؓ بن الخطاب نے کیں تو تم نے ان کو قبول کرلیا، لیکن انہوں نے تم کو جھنجھوڑا اور تم کو اس طرح ہنکایا جیسے ناک میں ڈلی ہوئی نکیل والے شتر مرغ کو ہنکاتے ہیں۔ کیا تمہارا کوئی حق ایسا ہے جو تم کو نہیں ملا؟''

عرب میں شعر وشاعری کا مذاق بچے بچے کی گھٹی میں پڑا تھا، حضرت عثمانؓ اس سے کس طرح مستثنٰی ہوسکتے تھے! چنانچہ آپ کو اشعار کثرت سے یاد تھے، موقع موقع سے آپ انہیں پڑھتے اور ان سے تمثیل کرتے تھے۔ ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ لوگوں میں سب سے زیادہ اشعار کے روایت کرنے والے تھے، ایک ایک موقع پر پانچ پانچ شعر ایک ساتھ پڑھ جاتے تھے۔

مسعودی کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ خود بھی شاعر تھے اور گفتگو یا تقریر میں اپنے اشعار بھی برمحل کثرت سے پڑھتے تھے، اتنے اشعار پڑھتے ہوئے کسی اور کو نہیں دیکھا۔ حضرت عثمانؓ کے اشعار بھی وعظ وتذکیر سے پُر ہوتے تھے، ایک مرتبہ آپؓ نے فرمایا:

ترجمہ: ''جو شخص حرام چیزوں سے لطف اندوز ہوتا ہے، ان چیزوں کی لذت تو فنا ہوجاتی ہے؛ لیکن ان کا گناہ اور ننگ وعار باقی رہتے ہیں۔ لذتِ حرام کے غائب ہو جانے کے بعد اس کے نتائجِ بد فنا نہیں ہوتے، تو پھر اس لذت میں کیا بھلائی ہے جس کا انجام دوزخ ہو۔''

ایک اور موقع پر آپؓ نے فرمایا:

ترجمہ: ''نفس کی تونگری انسان کو بے پروا بنا دیتی ہے، خواہ اس کو کیسی ہی تنگدستی ہو۔ کوئی تنگدستی ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں ہے۔ عسر کے بعد یسر ضرور آتا ہے، اس لئے کیسی ہی تنگ دستی ہو؛ اس پر صبر کرو۔''

عظیم الشان دینی کارنامہ جمع قرآن:

اگرچہ اسلام میں ہر فعل جو احکامِ خداوندی کے ماتحت ہو اور جس کا مقصد حصولِ رضائے الٰہی ہو؛ دینی اور مذہبی فعل ہے، اور اس لئے حضرت عثمانؓ کے تمام کارنامے دینی کارنامے ہیں، تاہم سب سے بڑا اور نہایت عظیم الشان دینی کارنامہ مصحفِ عثمانی کی ترتیب و تدوین ہے یہی وہ کارنامہ ہے جس کے باعث قرآن جیسا نازل ہوا تھا ویسا ہی ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس وقت تک قرآن کتابی صورت میں مرتب ومدون نہیں ہوا تھا، بلکہ اس کے اجزا منتشر اور متفرق تھے، خلافت صدیقی میں یمامہ میں مسیلمہ کذاب سے نہایت شدید جنگ ہوئی اور حفاظ وقراُ کی ایک بڑی تعداد اس میں کام آگئی، یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کو قرآن مجید کے ضائع

ہوجانے کا خطرہ پیدا ہوا اور آپ نے امیرالمومنین کو مشورہ دیا کہ وہ قرآن کی ترتیب و تدوین کرادیں، چونکہ یہ کام عہدِ نبوت میں نہیں ہوا تھا، اس لئے حضرت ابوبکرؓ کو شروع میں تامل تھا، لیکن پھر راضی ہوگئے اور نہایت اہتمام سے قرآن مجید کو کتابی شکل میں یکجا کردیا، اس بنا پر قرآن کے جامع اول حضرت ابوبکرؓ ہیں۔

لیکن حضرت عثمانؓ کے عہد میں ایک اور فتنہ پیدا ہوا اور وہ یہ کہ عرب میں بہت سے الفاظ کا تلفظ سب قبیلوں کا ایک نہیں تھا، بلکہ وہ مختلف تھے، جیسا کہ آج بھی ہے اور ایک عربی پر کیا موقوف ہے، کم وبیش ہر زبان کا حال یہی ہوتا ہے، اس بنا پر اگرچہ قرآن کا نزول لغتِ قریش پر ہوا تھا جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان تھی لیکن دوسرے قبائل کے لئے آسان نہ تھا کہ وہ اپنے قبائلی تلفظ کو ترک کرکے ان الفاظ کا تلفظ قریش کے تلفظ اور ان کے لہجے کے مطابق کریں، اس مجبوری کے پیشِ نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان قبائل کو وقتی طور پر اجازت دے دی تھی کہ الفاظ متعلقہ کا تلفظ وہ اپنے لہجہ کے مطابق کریں، اس کے علاوہ ایک صورت یہ بھی تھی کہ بڑے شہروں میں قرآن مجید کا درس جو صحابہ کرامؓ دیتے تھے تو وہ درس یا زبانی ہوتا یا ان ناتمام چند اجزا کے ذریعہ ہوتا جو ان صحابہ کرامؓ کے پاس لکھے ہوئے موجود ہوتے تھے۔

اس بنا پر قبائل اور ان کی شاخوں کی عظیم اکثریت اور ان کے باہمی لغوی اور لہجاتی اختلافات کے پیشِ نظر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ پورے قرآن کی تلاوت میں کم وکیف کے اعتبار سے اختلافات کی نوعیت کیا ہوگی؟ خصوصاً اس وقت جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان اختلافات کے ساتھ تلاوت کرنے کی اجازت منقول بھی ہو، چنانچہ یہ سب اختلافات موجود تھے، لیکن شدت کے ساتھ ان کا ظہور فتحِ مکہ کے بعد ہوا جب کہ چند در چند قبائل مشرف بہ اسلام ہوئے، انہوں نے نیا نیا قرآن پڑھنا شروع کیا اور ان کو خدمت نبوی میں رہنے اور مستند قرأ صحابہ کرامؓ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ یہ اختلافات مدینہ، حجاز، کوفہ، بصرہ، عراق اور شام سب میں تھے لیکن کچھ دبے دبے اور غیر نمایاں سے تھے، فوج میں چونکہ ملک کے مختلف حصوں کے لوگ سب ایک ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اس لئے اس نوع کے اختلافات سب سے زیادہ ایسی ہی جگہوں میں نمایاں ہوسکتے تھے، چنانچہ خلافت عثمانی میں ایسا ہی ہوا۔

صحیح بخاری کی روایت ہے: حذیفہ بن الیمانؓ آذربائیجان اور ارمینیہ کی جنگ میں جس میں شام اور عراق کی فوجیں ایک ساتھ تھیں؛ شریک تھے، وہاں انہوں نے اختلافِ قرأت کا یہ ہولناک منظر دیکھا تو پریشان ہوگئے، حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: ”امیرالمومنین! خدا کے لئے امت کی خبر لیجیے، قبل اس کے کہ قرآن مجید سے متعلق ان کے اختلافات ایسے ہی شدید ہوجائیں، جیسا کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلافات ہیں۔“ ظاہر ہے! اتنا اہم اور عظیم الشان کام امیرالمومنین خود اپنی رائے سے انجام دینے کی جسارت نہیں کرسکتے تھے، اس لئے آپ نے صحابہ کرامؓ کی مجلس شوریٰ طلب کی، جو کام آپ کرنا چاہتے تھے، جب سب اربابِ شوریٰ نے متفقہ طور پر اس کی تصویب اور تائید کردی تو قرآن مجید کا ایک نسخہ جو حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں مرتب ہوا اور اب ام المومنین حضرت حفصہؓ کی مِلک میں تھا، حضرت عثمانؓ نے یہ نسخہ ام المومنینؓ سے عاریتاً لیا اور ایک کمیشن مقرر فرمادیا جو ان ارکان پر مشتمل تھا:

(۱)زید بن ثابتؓ، (۲)عبداللہ بن زبیرؓ، (۳)سعید بن العاصؓ، (۴)عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشامؓ۔

کمیشن کو یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ حضرت حفصہؓ کے مصحف کو بنیاد بناکر قرآن مجید کا ایک نہایت مستند ایڈیشن تیار کریں۔ اس کمیشن میں صرف زید بن ثابتؓ انصاری تھے اور باقی تینوں ارکان نامورانِ قریش تھے، اسی بنا پر حضرت عثمانؓ نے کمیشن کو ہدایت کی کہ چونکہ قرآن مجید کا نزول لسانِ قریش پر ہوا ہے، اس لئے تینوں ارکان کو جہاں زید بن ثابتؓ سے اختلاف ہو؛ وہاں وہ اپنی قرأت کو ترجیح دیں۔ جب یہ ایڈیشن تیار ہوگیا تو حضرت حفصہؓ کا مصحف واپس کردیا گیا، اور یہ ایڈیشن جس کا نام مصحفِ عثمانی ہے، اس کی متعدد نقلیں تیار کراکے انہیں مختلف شہروں میں بھیج دیا گیا کہ بس اس کو مستند مانا جائے اور اسی کے مطابق قرأت اور کتابت کی جائے۔

اب غور کیجیے! ایک طرف ایک نہایت عظیم ووسیع مملکت اسلامی ہے جس میں چند در چند قومیں جن میں عرب اور غیر عرب، بدوی اور حضری، عالم اور جاہل، مصلح اور مفسد، سب شامل ہیں؛ ملی جلی آباد ہیں، اور دوسری طرف مصاحف اور قرأت کے اختلافات کا یہ عالم ہے جس کا ابھی ذکر ہوا۔ ان سب کے پیشِ نظر کون کہہ سکتا ہے کہ اگر ان

اختلافات کو یوں ہی رہنے دیا جاتا تو قرآن کا حشر بھی وہی نہ ہوتا جو تورات اور انجیل کا ہوا؟ اس بنا پر کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ جمع قرآن کا کام انجام دے کر اسلام اور دین کی حضرت عثمانؓ نے وہی خدمت انجام دی ہے جو حضرت ابوبکرؓ نے مانعینِ زکوٰۃ، مرتدین اور مسیلمہ کذاب سے نہایت کامیاب جنگ کرکے اور پھر قرآن کی ترتیب و تدوین کرکے انجام دی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ کارنامۂ صدیقی کی طرح یہ کارنامۂ عثمانی بھی تتمہ اور تکملۂ کارِ نبوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

''حضرت عثمانؓ کے مرتبہ و مقام اور جلالتِ شان کا اندازہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جو اس کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے کس طرح وقت کی ایک نہایت اہم ضرورت کا احساس کرکے جمع قرآن کا حکم دیا۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا:

''خدا کی قسم! عثمانؓ نے جو کچھ کیا ہے؛ صحابہ کرامؓ کی رائے اور مشورہ سے کیا ہے، اگر میں حکمراں ہوتا تو اس معاملہ میں مَیں بھی وہی کرتا جو انہوں نے کیا۔''

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ''حضرت عثمانؓ کی ایک بڑی منقبت اور ایک عظیم ترنیکی یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو ایک قرأت پر جمع کردیا۔''

علامہ جلال الدین سیوطیؒ بھی لکھتے ہیں: حضرت عثمانؓ امت میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بیوی حضرت رقیہؓ کے ساتھ ہجرتِ حبشہ کی اور پوری امت کو ایک قرأتِ قرآن پر جمع کردیا۔

علامہ ذہبیؒ نے حضرت عثمانؓ کی جامع کمالات و اوصاف شخصیت کی عکاسی مختصر مگر بڑے بلیغ انداز میں کی ہے، فرماتے ہیں: ''عثمانؓ ابوعمرو الاموی ذوالنورین تھے، ان سے فرشتوں کو بھی حیا آتی تھی۔ انہوں نے ساری امت کو ان میں اختلافات پڑ جانے کے بعد ایک قرآن پر جمع کردیا۔ ان کے عہدیداروں نے مشرق میں اقلیم خراسان اور مغرب میں مغربِ اقصیٰ تک سب فتح کرڈالا۔ وہ بالکل سچے اور کھرے، عابد، شب زندہ دار، صائم النہار اور اللہ کے راستے میں بے دریغ خرچ کرنے والے تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے، جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی شہادت دی ہے اور آپ نے اپنی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کا نکاح ان سے کیا تھا۔''

اولین سابقین و مہاجرین میں سے ہونے اور اسلام کی خدمات جلیلہ کے باعث بارگاہِ نبوت اور مجلسِ صحابہ کرامؓ میں حضرت عثمانؓ کا جو مرتبہ و مقام تھا، اس کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طبعاً حضرت عثمانؓ سے بڑی محبت تھی، آپ ان کا بڑا لحاظ کرتے اور دلجوئی بھی فرماتے رہتے تھے۔

ابوسعید الخدریؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول شب سے طلوعِ فجر تک آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے یہ دعا فرماتے رہے: اے اللہ! میں عثمانؓ سے خوش ہوں تو بھی اس سے خوش رہ۔

(البدایۃ:۲۱۳/۷)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے خبصیۃ جو عرب کی محبوب غذا ہے بطور تحفہ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو بے ساختہ آسمان کی جانب دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی: ''اے اللہ! عثمانؓ تیری رضا کا طلب گار ہے، پس تو اس سے راضی ہوجایئے، اس غایت محبت اور تعلق خاطر کی وجہ سے اگر کوئی شخص حضرت عثمانؓ سے بغض و عناد رکھتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے سخت کبیدہ خاطر ہوجاتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص کا جنازہ آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھنے سے انکار فرمایا۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا تو ارشاد ہوا: ''کان یبغض عثمان فلم اصل علیہ'' ''یہ شخص عثمانؓ سے بغض رکھتا تھا، اس لئے میں نے نماز نہیں پڑھی۔'' (جاری ہے)

ABS
ESTD 1880
سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABDULLAH Brothers Sonara
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell: 0301-2352363

چند وضاحتیں

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

جامعہ خیرالمدارس ملتان کے استاذ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد عابد صاحب مدظلہ جو سیّدی ومرشدی حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحب نوراللہ مرقدہ کے پیر بھائی اور تعلیم کے ایک آدھ سال کے ساتھی ہیں انہوں نے راقم کے مضمون جلد: ۴۳، شمارہ: ۲۳، ۲۴ میں کچھ باتوں کی طرف راہنمائی فرمائی، وہ درج ذیل ہیں:

فرمایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے دورۂ حدیث شریف تک تو تعلیم دارالعلوم کبیر والا میں حاصل کی جبکہ ۱۳۹۳ھ میں آپ نے جامعہ خیرالمدارس ملتان میں تکمیل کی۔

نیز فرمایا کہ ہم عمدۃ الکاملین، زبدۃ العارفین، سیدالزاہدین حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں اکٹھے گئے اور ایک ساتھ بیعت ہوئے۔ حضرت بہلویؒ کی وفات کے بعد امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے، اور حضرت انورؒ کی وفات تک ''یک درگیرد محکم گیرد'' پر عمل پیرا رہے۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد جامعہ خیرالمدارس ملتان کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی عبدالستار نوراللہ مرقدہ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت مفتی صاحبؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے خلیفہ حضرت صوفی محمد اقبال مدنیؒ، امام القراءؒ حضرت مولانا قاری فتح محمدؒ پانی پتی سے سلسلۂ چشتیہ میں مجاز تھے، ان سے خلافت پائی۔ نیز حضرت اقدس فضل علی مسکین پوریؒ کے اور ہمارے حضرت بہلویؒ کے خلیفہ حضرت مولانا علی المرتضیٰؒ گدائی شریف سے مجاز ہوئے۔ حضرت صوفی صاحبؒ کا رجحان جب اہل بدعات کی طرف ہوا تو حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت قاری فتح محمد پانی پتیؒ اور حضرت گدائی والوں کا سلسلۂ تصوف نقشبندیہ چلایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو حضرت مفتی صاحبؒ سے خلافت ملی۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت گدائی والوں کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے اور چاروں سلسلوں میں مجاز ہوئے۔ حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ ۱۳۹۱ھ میں دارالعلوم کبیر والا چھوڑ کر آئے تو شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم، حضرت شیخ مولانا حبیب احمد مدظلہ جو آپ کے اولیں اساتذۂ کرام میں سے تھے ساتھ تشریف لائے تو حضرت شاہ صاحبؒ کی علمی استعداد کو دیکھ کر استاذ جیؒ نے آپ کو باب العلوم میں تشریف آوری کا حکم فرمایا۔ استاذ جیؒ کا باب العلوم میں تشریف لانا اور حضرت شاہ صاحبؒ کو بطور مدرس بلانا گویا باب العلوم کی نشاۃ ثانیہ اور حضرت شاہ صاحبؒ کی تدریس کا آغاز ایک ہی سال میں ہوا۔

ہمارے حضرت شاہ صاحب نوراللہ مرقدہ اگرچہ چاروں سلسلوں میں مجاز تھے، لیکن غلبہ قادری راشدی سلسلہ کا تھا۔ اس لئے بیعت کے وقت کہلواتے: ''میں نے بیعت کی حضرت امام الہدیٰ مولانا عبیداللہ انورؒ کے لئے جاوید کے ہاتھ پر۔'' ایک چیز جسے میں نے محسوس کیا کہ تندرستی کے زمانہ میں ہر وقت باوضو رہنا اور تھوڑا سا وقت اگر میسر آ گیا۔ مثلاً ایک دوگانہ اگر پڑھا جاسکتا ہے تو فوراً سفر ہو یا حضر نوافل کثرت کے ساتھ ادا کرنا، آپ کی ساری زندگی کا معمول رہا۔ مثلاً تہجد، اشراق، اوابین، چاشت کے علاوہ بھی نوافل کثرت کے ساتھ ادا فرماتے۔ نیز اٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، سوتے، جاگتے کی دعائیں زندگی کا معمول بن چکی تھیں، نہ صرف خود دعاؤں کا اہتمام فرماتے بلکہ مریدین و مسترشدین کو بھی حکم فرماتے۔ دورۂ تفسیر کے دوران وہی تفسیر بیان فرماتے جو بزرگوں سے منقول ہے۔ اپنی طرف سے تفسیر وتشریح کو تغیر بالرائے قرار دے کر اس سے مکمل احتراز فرماتے۔ قریبی دور کے مفسرین قرآن حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا ترجمہ اور تشریحی نکات ان سے قبل حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کی موضح القرآن، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے حواشی تفسیر عثمانی و دیگر تراجم کو سامنے رکھ کر ترجمہ وتشریح

فرماتے۔ علمائے دیوبند کے عقائد عقیدۂ حیات النبی، سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر المبارک، فسق یزید، حب اہل بیت نبوی، حب اصحاب رسول سمیت علماء دیوبند کے عقائد سے سرمو انحراف نہ فرماتے اور نہ ہی اپنی تحقیق بلکہ اکابر کی تحقیق کو حرف آخر سمجھتے، اگرچہ راقم کا باقاعدہ دورۂ تفسیر پڑھنے کی سعادت نہ ہوتی لیکن کبھی کبھی سبق کے دوران جماعت میں بیٹھ کر سماع نصیب ہوا۔ دورۂ تفسیر کے دوران جب حضرت والا زیادہ تر خود پڑھاتے تو مولانا محمد طیب (عباسی) کو حکم فرماتے کہ تین دن کے لئے محمد اسماعیل کو پابند کردو کہ ختم نبوت پر سبق پڑھائیں۔☆☆

مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزادؒ، گوجرانوالہ

مولانا حکیم عبدالرحمٰن آزادؒاہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے امیر کی حیثیت سے وفات پائی۔ آپ راجپوت قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ٹبی امرتسر انڈیا میں ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے اپنے آبائی علاقہ ٹبی (جہاں کا مرزا سلطان محمد شوہر نامدار محترمہ محمدی بیگم تھا) سے مڈل کیا۔

درس نظامی کے ساتھ ساتھ طبیہ کالج دہلی سے طب پڑھی اور ۱۹۳۸ء میں سند حاصل کی، حکیم عبدالرحمٰن آزاد نے دوسال کانگریس کے اپنے علاقہ میں جنرل سیکریٹری کی حیثیت سے تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔

بعدازاں آل انڈیا مجلس احرار اسلام میں شامل ہوگئے اور ۱۹۴۶ء میں مجلس احرار کے ٹکٹ پر الیکشن بھی لڑا، پاکستان بننے کے بعد بھی مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے گراں قدر قومی وملی خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں گوجرانوالہ میں قائدانہ کردار ادا کیا، ۲۷/فروری تا ۱۲/ مارچ ۱۹۵۳ء میں گوجرانوالہ کی تحریک کی قیادت کی۔

۱۲/مارچ ۱۹۵۳ء کو رات آٹھ بجے گرفتار کر لئے گئے، دوماہ تک شاہی قلعہ لاہور میں نظر بند اور زیر تفتیش رہے، شاہی قلعہ کا عقوبت خانہ پاکستان کے بدترین عقوبت خانہ میں شمار ہوتا تھا، جہاں بڑے بڑے لوگوں کے پتّے پانی ہوجاتے تھے۔

بعدازاں سینٹرل جیل لاہور میں منتقل کردیئے گئے، جہاں انہیں امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، ضیغم احرار ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی صحبتیں میسر رہیں، جن سے وہ کندن بن کر نکلے۔

آپ اہلحدیث فکر سے تعلق رکھنے کے باوجود اتحاد بین المسلمین کے داعی رہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا۔ آپ ضلع امن کمیٹی کے بھی صدر رہے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک میں مردانہ وار حصہ لیا۔

کچھ عرصہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے ممبر رہے۔ آپ نے ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مجلس گوجرانوالہ کے امیر ہونے کی وجہ سے قائدانہ کردار ادا کیا۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے ناظم سیاسیات بھی رہے۔ آپ مرنجان مرنج طبیعت کے مالک انسان تھے۔ آپ کی زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔ تاحیات اسلام کی سربلندی، استحکام پاکستان، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کوشاں رہے، آپ کے پاکستان کے دو سابق صدور جنرل محمد ضیاء الحق، چوہدری محمد رفیق تارڑ سے ذاتی مراسم تھے۔ نیز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی راہنماؤں سے برادرانہ تعلقات تھے، پون صدی تک ملکی وملی خدمات سرانجام دیں۔ تمام مکاتب فکر کے نزدیک یکساں عزت واحترام کے یاد کئے جاتے۔

مجلس احرارِ اسلام کی ایک تحریک میں آپ کو ڈکٹیٹر مقرر کیا گیا، اسی وجہ سے ڈکٹیٹر کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ ردِ قادیانیت پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا، آپ کا خطاب دینی حلقوں میں وقعت سے سنا جاتا۔ اصلاحی تعلق شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے تھا۔ شیعہ، سنی مسائل میں بھی ہمیشہ اعتدال کا راستہ اختیار کیا۔ انہیں انگریز اور اس کے خودکاشتہ پودے قادیانیت سے قلبی نفرت تھی۔ آپ کے جنازہ میں تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور عوام شامل تھے اور مثالی جنازہ تھا۔ آپ ۱۸/ مارچ ۲۰۰۴ء کو اس دارِ فانی سے عالم باقی کی طرف کوچ کر گئے۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

قادیانی مسئلہ کا تسلسل اور معروضی صورتحال!

بیان:.... حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ کچھ عرصے سے قادیانی مسئلہ پھر سے اعلیٰ سطح پر پریس میں، ایوانوں میں، عدالتوں میں زیر بحث ہے۔ اس کی تازہ صورتحال پر کچھ عرض کرنے سے پہلے اس وقت تک کی جو معروضی صورتحال ہے، ڈیڑھ سو سال کی، اس کا تھوڑا سا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، علماء کرام نے نبوت کے دعوے کو مسترد کرتے ہوئے، مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

ختم نبوت ہمارا بنیادی عقیدہ ہے، ختم نبوت سے انکار جس دور میں بھی کیا گیا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک جس نے بھی کیا ہے، انہیں مسلمان تسلیم نہیں کیا گیا۔

اس پر قادیانیوں نے قرآن پاک سے، حدیث سے، بزرگوں کے اقوال سے دلائل لیے اور مناظرہ شروع ہوگیا۔ ''ہمارا مطلب یہ ہے، ہمارا یہ مطلب ہے'' کے ساتھ تقریباً پون صدی مناظرہ چلتا رہا ہے۔ بڑی بڑی کتابیں ہیں بڑے بڑے مناظرے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ متحدہ ہندوستان کی اعلیٰ ترین علمی شخصیتیں حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری، حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہم اللہ تعالیٰ بھی مناظرے کے میدان میں آئے اور تفصیلی بحث مباحثہ کے بعد لوگوں کے سامنے انہوں نے اپنا موقف ثابت کیا۔

مناظرہ عام لوگوں کے سامنے ہوتا تھا اور فیصلہ لوگوں نے کرنا ہوتا تھا۔ مناظرہ کیا ہوتا ہے؟ دو علماء بحث کر رہے ہیں اور سننے والے لوگ فیصلہ کر رہے ہیں۔ تقریباً تمام مکاتب فکر کے علماء نے مناظرے کے میدان میں خدمات سرانجام دیں۔ تین بڑے نام میں نے لیے ہیں حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ، حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ تینوں مکاتب فکر کے چوٹی کے بزرگ ہیں، تینوں مناظرے میں آئے۔ ان مناظروں میں پبلک کے سامنے بات واضح ہوگئی کہ مرزائی مسلمان نہیں ہیں، عمومی فضا بن گئی اور امت مسلمہ کا اتفاق ہوگیا۔

اس کے بعد دوسرا مرحلہ آیا کہ عدالتوں سے یہ فیصلے کروائے جائیں کہ مسلمانوں کا موقف درست ہے اور قادیانی مسلمان نہیں ہیں۔ بہاولپور میں مقدمہ چلا، پنڈی میں مقدمہ چلا۔ بہاولپور میں مقدمہ لڑنے کے لیے دیوبند سے مولانا انور شاہ کشمیریؒ آئے، اور بہاولپور سے مولانا غلام احمد گھوٹویؒ، جو بریلوی مکتب فکر کے اکابر علماء میں سے ہیں انہوں نے پیش ہوکر مناظرہ کیا اور عدالتی جنگ بھی جیتی۔ یہ دوسرا دائرہ تھا عدالتوں میں جانے کا اور عدالتی نظام کے سامنے واضح کرنے کا کہ ہمارا موقف صحیح ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں ہے۔

تیسرا مرحلہ آیا پارلیمنٹ کا کیونکہ حتمی فیصلے تو وہ کرتی ہے۔ ۱۹۷۴ء میں جب ملک میں تحریک چلی، پارلیمنٹ میں دو ہفتے مکالمہ ہوا، ایک طرف سے مرزا ناصر احمد تھے قادیانیوں کے امیر اور مولوی صدر الدین صاحب تھے لاہوریوں کے امیر۔ اور سامنے کون تھے؟ حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ، پروفیسر غفور احمد صاحبؒ یہ قیادت تھی اور چودہ دن مباحثہ ہوتا رہا، اس مباحثہ کے نتیجے میں پارلیمنٹ نے ہمارا موقف تسلیم کرلیا۔

پہلا مرحلہ تھا پبلک مناظروں کا، دوسرا مرحلہ تھا عدالتی مقدمات کا، تیسرا مرحلہ تھا پارلیمنٹ کا۔ پارلیمنٹ نے بھی موقف تسلیم کرلیا تو اس کے بعد قادیانیوں کو دستوری طور پر غیر مسلم اقلیتوں میں شمار کیا گیا۔ اس فیصلے کو قادیانیوں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم نہیں مانتے، وہ کبھی بھی نہیں مانے، اب بھی نہیں مانتے، ان کی دس سال کی ضد کے بعد ''کہ نہیں مانتے'' قانون سازی کرنی پڑی۔ ۱۹۸۴ء میں

اور ’’امتناعِ قادیانیت‘‘ کا قانون آیا کہ چونکہ یہ مسلمان نہیں ہیں، اس لیے مسلمانوں کی علامتیں استعمال نہیں کر سکتے۔ کلمہ ہماری علامت ہے، مسجد ہماری علامت ہے، قرآن ہماری علامت ہے، رضی اللہ عنہ ہماری اصطلاح ہے، صحابی ہماری اصطلاح ہے۔ ان کے دس سال کے انکار اور ضد کی وجہ سے قانون لانا پڑا کہ یہ اسلامی شعائر استعمال نہیں کر سکتے۔ ۱۹۸۴ء میں یہ فیصلہ ہوا اور قانون نافذ ہو گیا۔

یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یہ پابندیاں کیوں لگانی پڑیں؟ اس لیے کہ انہوں نے ۱۹۷۴ء کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا تھا اور ضد شروع کر دی تھی کہ ’’ہم یہ بھی کریں گے، یہ بھی کریں گے‘‘ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ۱۹۸۴ء میں قانون نافذ کرنا پڑا کہ ’’تم یہ بھی نہیں کرو گے، یہ بھی نہیں کرو گے، یہ بھی نہیں کرو گے‘‘ اور پابندی لگا دی گئی۔

اس کے بعد یہ یہاں سے لندن چلے گئے، ہیڈ کوارٹر بھی لندن لے گئے اور کیس بھی بین الاقوامی اداروں میں لے گئے۔ اب کیس کا سلسلہ بین الاقوامی اداروں میں منتقل ہو گیا۔ جو بحث مناظروں سے شروع ہوئی تھی، عدالتوں میں آئی تھی، عدالتوں سے چلی تھی پارلیمنٹ میں آئی تھی، پارلیمنٹ کے فیصلوں کے بعد قادیانی اپنا ہیڈ کوارٹر بھی لندن لے گئے اور تنازعہ بھی۔

ہم اقوام متحدہ کے فیصلے مانیں یا نہ مانیں لیکن ہم ممبر تو ہیں، اس کے اداروں کے بھی اصولاً پابند ہیں، ہمیں ان کے فیصلے پسند ہوں یا ناپسند ہوں، جب ہم معاہدوں کے ممبر ہیں تو پابند تو ہیں۔ جنیوا میں اقوام متحدہ کا ادارہ ہیومن رائٹس کمیشن دنیا بھر میں جانچ کرتا ہے کہ انسانی حقوق کے حوالے سے کہاں خلاف ورزی ہو رہی ہے اور کہاں نہیں ہو رہی، جو خلاف ورزی ہو رہی ہے وہاں نوٹس لیتے ہیں۔ تو مرزا طاہر احمد نے، جو قادیانیوں کے سربراہ تھے، وہاں درخواست دائر کر دی کہ ہمارے جو اقوام متحدہ کے تحت مسلمہ شہری حقوق ہیں، ہم پر پابندیاں لگا کر ان شہری حقوق سے ہمیں محروم کر دیا گیا ہے، ہم مسجد نہیں بنا سکتے، عیسائی گرجا بنا سکتے ہیں تو ہم مسجد کیوں نہیں بنا سکتے، سکھ گردوارہ بنا سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں بنا سکتے؟ اسے مسلمہ شہری حقوق کی خلاف ورزی قرار دے کر مرزا طاہر احمد جنیوا ہیومن رائٹس کمیشن میں چلے گئے اور درخواست دائر کر دی۔

بین الاقوامی اداروں کا طریقہ کار کیا ہے؟ درخواست آئی پاکستان کے خلاف کہ پاکستان کی حکومت نے ہمارے شہری حقوق پامال کر دیے ہیں۔ وہاں طریقہ کار یہ ہے کہ جس ملک کے خلاف درخواست ہوتی ہے اس ملک کا سفیر آ کر صفائی دیتا ہے۔ جو باضابطہ سفیر ہے اس کو بلاتے ہیں ہاں بھئی تمہارے خلاف یہ الزام ہے، بتاؤ تمہارا موقف کیا ہے۔ وہ سفیر وضاحت کرتا ہے، پھر باقاعدہ کیس ہوتا ہے، بحث ہوتی ہے، پھر فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ زمانہ تھا (وزیر اعظم) جونیجو صاحب کا اور راجہ ظفر الحق صاحب جو ہمارے وزیر مذہبی امور تھے۔

ہمارے قانون دان دوست ہیں ریاض الحسن گیلانی صاحب جو ڈپٹی اٹارنی جنرل رہے ہیں پاکستان کے۔ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور میں، ہم دونوں کو پتہ چلا کہ کمیشن میں مقدمہ چلا گیا ہے، ساتھ یہ پتہ چلا کہ جنیوا میں پاکستان کے سفیر جو ہیں اس وقت وہ منصور احمد قادیانی ہے۔ یعنی مدعی بھی قادیانی اور مدعا علیہ بھی قادیانی۔

ہم تین آدمی اکٹھے ہوئے، مولانا منظور احمد چنیوٹی، میں اور ریاض گیلانی صاحب، ہم نے مشورہ کیا کہ فیصلہ ہمارے خلاف آجائے گا اور جب فیصلہ ہمارے خلاف آجائے گا تو دنیا میں ہماری بات کون سنے گا؟ اس وقت وزیر مذہبی امور تھے راجہ ظفر الحق صاحب ہمارے دوست ہیں اللہ پاک سلامت رکھے، بڑی شخصیت ہیں ملک کی ہم ان کے پاس گئے۔ ہم نے کہا: راجہ صاحب یہ کیا ہو رہا ہے مدعی مرزا طاہر احمد ہے اور مدعا علیہ مرزا منصور احمد وہ بھی قادیانی ہے تو یہ فیصلہ کیا ہو گا۔ انہوں نے کہا: بات ٹھیک ہے ہم چاروں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں اپنا وفد بھیجنا چاہیے اور اس کیس کی پیروی منصور احمد کو نہیں کرنی چاہیے ہمیں خود کرنی چاہیے۔ لیکن ہمارے ہاں جس طرح فیصلے ہوتے ہیں کہ فنڈ کی منظوری کون دے گا؟ فائل کون تیار کرے گا؟ بریفنگ کون کرے گا؟ ہمارے ہاں فیصلوں کی رفتار آپ کو پتہ ہے کیا ہوتی ہے؟ مسئلہ پیدا ہوا کہ کون جائے گا، پیسے کون دے گا، ٹکٹ کون لے گا، ان باتوں میں ہمارے دو ہفتے گزر گئے۔ انہوں نے سرسری بات سنی اور فیصلہ دے دیا کہ پاکستان میں فی الواقع قادیانیوں کے شہری حقوق ختم کر دیے گئے ہیں۔ یہ بین الاقوامی فورم کا فیصلہ ہے۔

ہم نے واویلا کیا کہ یہ کیا ہو گیا ہے اس میں انہوں نے تو غلط فیصلہ کیا۔ لیکن غلط فیصلہ

ہونے کی ذمہ داری میں ہم بھی شریک ہیں یا نہیں ہیں؟ اگر میرے خلاف ہائی کورٹ میں کیس ہے میں پیش نہیں ہو رہا، ہائی کورٹ فیصلہ کرتا ہے صحیح کرتا یا غلط کرے فیصلہ تو ہو گیا ہے۔ چنانچہ دنیا کے تمام ادارے اسی فیصلے کی بنیاد پر قادیانیوں کی حمایت کر رہے ہیں اور ہماری مخالفت کر رہے ہیں۔

یہ ۱۹۸۵ کا فیصلہ ہے۔ اسی دوران ایک اور مسئلہ بین الاقوامی سطح پر پیش آیا کہ جنوبی افریقہ میں جو غیر مسلموں کا ملک ہے، قادیانیوں کا مسئلہ پیدا ہو گیا کہ یہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوں گے یا نہیں ہوں گے؟ کیس سپریم کورٹ میں چلا گیا، بحث ہوئی، خاصا عرصہ ہوتی رہی، وہاں ہم فریق بنے، حکومت پاکستان بھی فریق بنی، ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب تشریف لے گئے، مولانا محمد تقی عثمانی صاحب تشریف لے گئے، مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب تشریف لے گئے، پوری ٹیم گئی وہاں ہم نے کیس لڑا اور جیت گئے۔ میں یہ اس دور کی بات کر رہا ہوں کہ جہاں کیس ہم نے لڑا ہے وہاں ہم جیتے ہیں، جہاں کیس لڑنے کے لیے نہیں پہنچے وہاں ہار گئے۔

اس کے بعد سے مسلسل یہ صورتحال چلی آ رہی ہے کہ بین الاقوامی اداروں میں، اقوام متحدہ میں، یورپی یونین میں اور جنیوا ہیومن کمیشن میں، یہ چند ادارے ہیں جو فیصلے کرتے ہیں نافذ کرتے ہیں، وہاں ہمارے خلاف بیسیوں درخواستیں آئیں اور قادیانیوں نے اپنا موقف بیان کیا۔ ہم نے اپنا موقف بیان نہیں کیا، اگر ہمارا موقف بیان کیا ہے تو سفیروں نے کیا ہے، اب سفیر ہمارا موقف کیا بیان کرے گا؟ یہ تازہ ترین معاملہ ہوا کہ گزشتہ گورنمنٹ کے دور میں بین الاقوامی این جی اوز نے اقوام متحدہ میں ایک ریزولیشن بھیجا۔ وہاں ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ کوئی موقف طے کرنا ہو تو کوئی درخواست دیتا ہے، اس پر کمیٹی بنتی ہے جو اس پر سفارشات مرتب کرتی ہے، وہ سفارشات جنرل اسمبلی میں پیش ہوتی ہیں، جنرل اسمبلی اس پر ریزولیشن کرتی ہے جو اقوام متحدہ کے پالیسیوں کی بنیاد بن جاتا ہے۔

درخواست گئی اقوام متحدہ میں اسی ۱۹۸۵ء میں جنیوا کے فیصلے کی بنیاد پر کہ قادیانیوں پر پاکستان میں ظلم ہو رہا ہے، پاکستان کو روکنا چاہیے۔ اس پر کمیٹی بنی، اب کمیٹی نے رپورٹ دینی تھی اور جنرل اسمبلی نے قرارداد کرنی تھی تو پالیسی طے ہو جانی تھی۔ میری معلومات کے مطابق اب بھی وہ کمیٹی کے زیر غور ہی ہے۔ ہم نے توجہ دلائی حکومت کو بھی اور جماعتوں کو بھی، وزیر مذہبی امور تھے صاحبزادہ نور الحق قادری آپ کو یاد ہوں گے، میں خود وفد لے کر ان سے دفتر میں جا کر ملا اور درخواست دی کہ حضرت یہ معاملہ اپنے سفیروں کے حوالے نہ کریں، اس پر جس طرح سپریم کورٹ جنوبی افریقہ میں ہم نے کیس لڑا ہے، یہاں بھی لڑیں، فیصلہ آپ کے خلاف آ گیا تو آپ کے لیے سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ لیکن ہم نہیں کر سکے، درخواست میری ان کے ریکارڈ میں ہو گی۔ ہم وفد لے کے ملے تھے، ہماری گزارش یہ تھی کہ اہل علم کا وفد جنوبی افریقہ میں کیس لڑا ہے اقوام متحدہ میں بھی لڑ لے۔ لیکن ان کیسوں کی طرف بالکل توجہ نہیں کی گئی جس کی وجہ سے کنفیوژن پیدا ہو رہا ہے، بلکہ ہو گیا ہے۔ جب بین الاقوامی ادارے یہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں قادیانیوں کے شہری حقوق پامال ہو گئے ہیں۔ اور کسی بین الاقوامی ادارے میں کوئی درخواست آتی ہے تو وہی فیصلہ سامنے لا کر رکھا جاتا ہے۔ یعنی میں اپنے خلاف کیس میں پیش نہیں ہو رہا، باہر شور مچا رہا ہوں تو کون سنے گا؟ میں اس کی مثال دیا کرتا ہوں خدانخواستہ سیشن کورٹ میں کوئی کیس ہے، میرے خلاف ہے اور وہاں میں جا نہیں رہا، اجتماعات میں تقریریں کر رہا ہوں اس فیصلے کے خلاف تو میرے خطابات کیا کریں گے؟ کیس تو مجھے عدالت میں لڑنا ہے میں دس نہیں بیس لیکچرز دے دوں، کیا فرق پڑے گا؟ کیس پر اس وقت صورتحال یہ ہے اور اب بھی مسئلہ یہ ہے بین الاقوامی اداروں میں نہ حکومت جا رہی ہے اور نہ

ABDULLAH SATTAR DINA
& Sons Jewellers
عبد اللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silvers, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Phone :32514972, 32531133

مذہبی پارٹیاں جارہی ہیں۔ حکومت تو نہیں جائے گی بلکہ اسٹیبلشمنٹ نے تو بین الاقوامی دباؤ کے تحت قادیانی مسئلے پر قوم کے موقف کو کمزور کرنے کی کوشش کتنی بار کی ہے، اب بھی کررہے ہیں، آئندہ بھی کریں گے۔ اب اس کے بعد کس کی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنا موقف تو پیش کریں، جہاں کیس ہورہا ہے وہاں بات تو کریں۔ یہاں بات پھنسی ہوئی ہے، حکومت پر اُدھر سے بین الاقوامی اداروں کا دباؤ ہے۔

میرا تجربہ یہ ہے، میں پچاس سال سے انہی کاموں میں مصروف ہوں، میں امریکہ بھی گیا ہوں، کینیڈا بھی گیا ہوں، ہانگ کانگ بھی گیا ہوں، برطانیہ تو بہت دفعہ گیا ہوں، میرا تجربہ یہ ہے کہ جہاں بھی سمجھداری کے ساتھ ہم نے بریفنگ دی ہے، انصاف پسند لوگوں نے ہماری بات مانی ہے۔ پرسوں میں اسلام آباد میں تھا، وہاں کے علماء سے بھی درخواست کی۔ آج ہمارے شہر کی علماء کی میٹنگ تھی یہاں بھی میں نے درخواست کی کہ حکومت سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کی جائے کہ یہ بین الاقوامی اداروں میں مقدمات جو ہوتے ہیں، یہ پاکستان کو خود لڑنے چاہئیں۔ تین قسم کے مقدمے ہیں اس وقت جو بیسیوں بین الاقوامی فورموں میں زیر بحث ہیں، اقوام متحدہ میں زیر بحث ہیں، یورپی یونین میں زیر بحث ہیں، جنیوا ہیومن کمیشن، بین الاقوامی فارموں میں زیر بحث ہیں، تین حوالوں سے:

(۱) ختم نبوت کے حوالے سے، وہ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان قادیانیوں سے زیادتی کررہا ہے۔

(۲) دوسرا مسئلہ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے قانون کے حوالے سے، وہ کہتے ہیں کہ یہ آزادی رائے کے خلاف ہے۔

(۳) تیسری بات شریعت کے قوانین کے حوالے سے ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ ہیومن رائٹس کے خلاف ہیں۔ مثلاً قصاص کا قانون نافذ ہے، اقوام متحدہ کا باقاعدہ موقف ہے کہ قصاص نہیں ہونا چاہیے۔ مختلف فورموں پر متعدد شرعی قوانین کے حوالے سے پاکستان کا موقف اور پالیسی زیر بحث ہے۔

ہماری گزارش ہے کہ بین الاقوامی اداروں میں ختم نبوت کے حوالے سے، ناموسِ رسالت کے حوالے سے، یا کسی شرعی قانون کے حوالے سے مسئلہ زیر بحث ہو تو ہمیں وہاں فریق بن کے بات کرنی چاہیے۔ اول تو حکومت کو کرنی چاہیے کہ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنا دفاع کرے، جیسے جنوبی افریقہ میں کیا تھا۔ ورنہ مذہبی جماعتوں کو تو ضرور جانا چاہیے۔ دعا کریں کہ ہم کوئی صحیح رخ اختیار کریں، ہماری تقریریں اور بیانات تو بہت ہیں، ان کا ثواب ہوگا ہمیں لیکن نتیجہ کوئی نہیں نکلے گا، نتیجہ تبھی آئے گا کہ ہم متعلقہ فورموں پر جائیں گے، وہاں اپنی بات کرکے کیس لڑیں گے اور اپنا موقف پیش کرکے اپنا موقف منوائیں گے، جیسے اب تک منواتے چلے آرہے ہیں اس کے بغیر بات نہیں بنے گی، اللہ پاک ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔☆☆

تین روزہ شعورِ ختم نبوت کورس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سنجر پور ضلع رحیم یار خان کے تحت قاری مجیب الرحمٰن صاحب کی زیر نگرانی جامع مسجد اقصیٰ المعروف گول مسجد سنجر پور شہر میں دینی مدارس، اسکول، کالج، یونیورسٹیز کے ٹیچرز (مرد و خواتین) طلباء و طالبات اور عوام الناس تاجر زمیندار ڈاکٹرز کے لئے ۹ تا ۱۱ر جون بروز اتوار پیر منگل کو صبح ۸ تا ۱۰ بجے تحفظ ختم نبوت وفہم دین کورس منعقد کیا گیا۔

جس میں عقیدہ ختم نبوت اور اس کی اہمیت اور امت مسلمہ کی ذمہ داری، حیات رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام، ظہورِ مہدی، مرزا قادیانی اور قادیانیت کے کفریہ عقائد، قادیانیوں اور عام کافروں میں فرق، دورِ حاضر کے موجودہ فتنے (مرزا انجینئر، جاوید غامدی، پرویز حامد، فرحت نسیم ہاشمی، کیپٹن مسعود عثمانی) ان کے کفریہ اور گمراہ کن عقائد، اس کے علاوہ نکاح طلاق خلع جیسے اہم موضوعات پر تین دن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما ورکن شوریٰ حضرت مولانا مفتی محمد راشد مدنی مدظلہ، مفتی محمد سلطان مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع رحیم یار خان نے لیکچر دیا۔ جس میں سینکڑوں کی تعداد میں حضرات و خواتین نے شرکت کی۔ خانقاہ ہالیجی شریف کے چشم و چراغ پیر طریقت حضرت سائیں مولانا عبدالقیوم صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اختتامی کلمات ارشاد فرمائے۔ پروگرام کے آخر میں کورس کے تمام شرکاء میں جماعت کی طرف سے لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

سالانہ چارروزہ

تحفظ ختم نبوت تربیتی کورس

رپورٹ:.... مولانا عبدالحئی مطمئن

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیر اہتمام ۱۴ تا ۱۷؍ذوالحجہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۱ تا ۲۴؍جون ۲۰۲۴ء بروز جمعہ تا پیر سالانہ چار روزہ تحفظ ختم نبوت تربیتی کورس جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی میں منعقد ہوا۔ کورس کا دورانیہ روزانہ صبح ۸ تا ساڑھے ۱۲ بجے تھا۔ روزانہ اسباق کے اختتام پر شرکائے کرام کے لئے مجلس کی طرف سے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ کورس کے پہلے ہی دن ۲۳۵ داخلے ہوئے، جبکہ دوسرے روز داخلہ کی تعداد ۲۷۰ تک پہنچی۔ کورس کی دعوت وتشہیر کے لئے اشتہارات، پینا فلیکس اور دعوت نامے نہیں بنائے گئے بلکہ کراچی مرکز، اضلاع اور ٹاؤنز کے احباب، مبلغین، مسؤلین اور ذمہ داران نے سینہ بہ سینہ دعوت چلائی۔

کورس میں شرکت کے لئے تعلیم اور عمر کی کوئی قید نہیں تھی۔ نائب امیر مرکزیہ حضرت مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری مدظلہ نے کورس کی سرپرستی کی، جبکہ مجلس کراچی کے امیر حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ نے صدارت اور مرکزی مبلغ حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب نے کورس کی نگرانی کی۔

کورس کا آغاز کراچی کے مبلغ مولانا عبدالحئی مطمئن کی ابتدائی گفتگو سے ہوا، انہوں نے کورس کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار نعمتوں میں سے قرآن مجید میں صرف دو نعمتوں پر احسان جتلایا ہے: (۱) ذاتِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، (۲) ایمان۔ ان دونوں نعمتوں کی اہمیت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے اس کورس کا مقصد علمی دلائل کے ذریعہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات، ناموس، حرمت اور ختم نبوت کی چوکیداری نیز اپنے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کا تحفظ کرنا ہے، اس محنت پر خاتمہ بالایمان کی امید ہے۔

پہلا درس ''عقیدۂ ختم نبوت'' کے عنوان پر ضلع ملیر کے مبلغ مولانا محمد اسحاق مصطفیٰ نے دیا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی و رسول ہیں، آپ کے بعد صرف قیامت آئے گی، اب کسی قسم کا نبی اور رسول پیدا نہیں ہوسکتا۔ کسی قسم کی نبوت کا دعویدار اور اس کے پیروکار ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتے۔ ختم نبوت کا عقیدہ تقریباً ایک سو قرآنی آیات اور دو سو دس احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔

دوسرا درس ''حجیت حدیث'' کے عنوان پر جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فاضل مفتی محمد کامران اجمل نے دیا۔ آپ نے کہا کہ جس طرح دین اسلام میں قرآن مجید دلیل و ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے، اسی طرح فرامین رسول، احادیث طیبہ بھی شریعت محمدیہ کی دلیل و ماخذ ہے۔ دونوں وحی ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن مجید عبادت نماز میں تلاوت کی جاتی ہے۔ سند اور رجال کے احوال پر بحث سے آزاد ہیں جبکہ احادیث طیبہ کی عبارت نماز میں تلاوت نہیں ہوتی اور اس کی سند اور رجال پر بحث کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور ہم نے ہر رسول کو اس لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔'' (النساء) ''اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں بولتے، مگر وہ ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔'' (النجم) ''اور جو تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس سے رسول روکے اس سے رک جاؤ۔'' (الحشر) ظاہر ہے کہ رسول کی اطاعت ہر فرمان میں ہے اور رسول کے فرامین، قرآن مجید کے علاوہ بھی ہیں اور نبی نے قرآن مجید کے ساتھ اور بھی ارشادات فرمائے ہیں تو سب کو ماننا ضروری ہے۔

پہلے دن کا تیسرا اور آخری درس ''ردِالحاد'' کے عنوان پر مرکزی جامع مسجد گلشن اقبال کے امام و خطیب حضرت مولانا محمد قاسم سدوخانی مدظلہ نے دیا۔ یہ درس ڈیڑھ گھنٹہ پر مشتمل تھا۔

آپ نے کہا کہ اسلامی عقائد اور دینی تعلیمات کا انکار اور ان میں جمہور امت کے خلاف تاویل کو الحاد کہا جاتا ہے، لیکن آج کل ملحد کا لفظ عام طور پر خدا تعالیٰ کے منکرین کے لئے بولا جاتا ہے۔ ملحدین سب کچھ عقل سے سمجھنا چاہتے ہیں جبکہ محدود عقل میں ہر چیز نہیں آسکتی۔ ملحدین مشاہدہ کے بغیر کوئی چیز ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے، حالانکہ ہر چیز کا مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ملحدین جس چیز سے جاہل ہوں اس کے وجود کا ہی انکار کر لیتے ہیں۔ مگر ہر چیز کا علم تو کسی بھی انسان کو نہیں ہوسکتا۔ ملحدین کائنات کو تو مانتے ہیں، لیکن یہ سارا نظام جس ہستی کے وجود کی دلیل ہے، اس عظیم رب اور پروردگار کے وجود کے منکر ہیں۔

دوسرے دن کا پہلا درس ''فتنۂ قادیانیت'' کے عنوان پر ضلع کورنگی کے مبلغ مولانا محمد عادل غنی نے دیا۔ انہوں نے کہا کہ فتنۂ قادیانیت کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہے جو ۱۸۴۰ء کو قادیان ہندوستان میں پیدا ہوا۔ ۱۸۸۰ء کے بعد کفریہ دعوؤں کا سلسلہ شروع کیا۔ منگل ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں مرگیا۔ قبر قادیان میں بنائی گئی۔ قادیانیوں کا مرکز ۱۹۴۸ء تک قادیان ہی رہا، ۱۹۴۸ء سے ۱۹۸۴ء تک (سابقہ ربوہ) موجودہ چناب نگر ضلع چنیوٹ پنجاب رہا۔ ۱۹۸۴ء سے تاحال لندن برطانیہ ہے۔ قادیانیوں کے کفریہ عقائد کی بنا پر ۱۹۱۹ء کو ماریشس، ۱۹۳۵ء کو ریاست بہاولپور اور ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا، جبکہ تمام عالم اسلام کا بھی فیصلہ ہے کہ قادیانی غیر مسلم، دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ قادیانی اپنے آپ کو احمدی مسلم کہہ کر مسلمانوں کا اسلامی فرقہ باور کرانا چاہتے ہیں، لیکن یہ ان کا بہت بڑا دھوکا ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ قادیانی عام کافر نہیں بلکہ زندیق کافر ہیں، اس لئے شیزان کمپنی، مشموم کمپنی، پران کمپنی، یونیورسل اسٹیبلائزر، ذائقہ گھی اور دوسری قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ ہر مسلمان کی اولین ذمہ داری ہے۔ یہ امت مسلمہ کا متفقہ فتویٰ ہے۔

دوسرا درس ''احادیث میں قادیانی تحریفات'' کے عنوان پر جامعہ انوارالعلوم مہران ٹاؤن کورنگی کے استاذ الحدیث مولانا محمد نعمان مدظلہ نے دیا۔ آپ نے کہا کہ قادیانی متواتر احادیث کے مقابلہ میں موضوع اور ضعیف احادیث کا سہارا لیتے ہیں، مزید یہ کہ ان میں بھی معنوی تحریف کئے بغیر مطلب نہیں نکلتا۔ مثال کے طور پر ابن ماجہ شریف کی ایک کمزور اور اجمالی حدیث شریف ہے: ''**لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا**'' اس سے قادیانی اجرائے نبوت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، جبکہ اسی حدیث شریف سے متصل پہلے صحیح اور تفصیلی حدیث شریف ہے، جس میں عقیدہ ختم نبوت کا بیان ہے وہ حدیث شریف یہ ہے: ''**لو قضی ان یکون بعد محمد نبیا لعاش ابنہ ابراھیم ولکن لانبی بعدہ**''

تیسرا درس ''قرآنی آیات میں قادیانی تحریفات'' کے عنوان پر جامعہ قرطبہ کلفٹن کے شیخ الحدیث حضرت مولانا الطاف الرحمٰن عباسی مدظلہ نے دیا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی کئی قرآنی آیات میں تحریف کرکے اجرائے نبوت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، جبکہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام مندرجہ روحانی خزائن ج:۳ میں تیس قرآنی آیات جمع کرکے ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لئے تحریف معنوی کا ارتکاب کیا ہے۔ لطیفہ یہ کہ قرآنی آیات سے قادیانیوں کے تمام استدلالات سوال گندم جواب چنے کے مصداق ہے۔ تفصیل کے لئے کتاب ''قادیانی شبہات کے جوابات'' ملاحظہ کیجئے۔

دوسرے روز کا چوتھا اور آخری درس ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف'' کے عنوان پر مجلس کے مرکزی مبلغ حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ کا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ۱۹۴۹ء میں ملتان کی چھوٹی سی مسجد ''سراجاں'' میں اپنے رفقائے کرام کی مشاورت سے ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی بنیاد رکھی۔ یہ جماعت خالص تبلیغی، دینی، مذہبی اور غیر سیاسی ہے۔ جماعت کا منشور اسلام کی سربلندی اور تحفظ ختم نبوت کے لئے شریعت و قانون کے دائرے میں تبلیغی جدوجہد ہے۔ مجلس روزِ اول سے آج تک اپنی پالیسی پر کاربند ہے اور ترقی کے منازل طے کررہی ہے۔ تحریکات ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء جماعت کی سرپرستی میں چلی ہیں۔ ۱۹۸۴ء میں کو مجلس کی دعوت جدوجہد کا دائرہ کار ملک پاکستان سے باہر تک وسیع ہوا تو نام کے شروع میں ''عالمی'' کا اضافہ کیا گیا۔ اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت امیر مرکزیہ حضرت مولانا پیر حافظ ناصرالدین خان خاکوانی مدظلہ کی سرپرستی میں ۵۰ مبلغین، ۴۵ ملکیتی دفاتر اور

دو ترجمان ماہنامہ ’’لولاک‘‘ ملتان اور ہفت روزہ ’’ختم نبوت‘‘ کراچی کے ذریعہ اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

تیسرے دن پہلا درس ’’عقیدۂ نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام‘‘ کے عنوان پر مجلس کے مبلغ مولانا محمد قاسم نے دیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام میں بی بی مریم کے گھر بن باپ کے قدرتِ خداوندی سے پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بنی اسرائیل کا رسول بنایا۔ یہودیوں نے قتل کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے روح اور بدن سمیت زندہ اپنی طرف اٹھالیا۔ قیامت کی دس بڑی نشانیوں میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں نزول بھی ہے۔ آپ دجال کو قتل کریں گے۔ دنیا سے کفر کا صفایا کریں گے۔ پوری دنیا میں اسلام اور شریعت محمدی کا بول بالا کریں گے۔ ۴۵ سال کی عمر میں وفات ہوگی۔ مدینہ منورہ، مسجد نبوی، گنبد خضریٰ، روضۂ رسول میں آپ کی چوتھی قبر بنے گی۔ عقیدہ نزول عیسیٰ علیہ السلام اسلام کا قطعی اور یقینی عقیدہ ہے، اس کا منکر کافر ہے۔

دوسرا درس ’’خلیفۂ مہدی‘‘ کے عنوان پر ضلع غربی کے مسؤل مولانا محمد شعیب کمال نے دیا۔ آپ نے کہا اسلام کا نظریہ ہے کہ خلیفہ مہدی پیدا ہوگا، ان کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کریں گے۔ ان کا نام محمد، ولدیت عبداللہ، مقام پیدائش مدینہ منورہ، قوم سید ہوگی، چالیس سال کی عمر میں خلیفہ منتخب ہوں گے، سات سال خلافت کریں گے، ساتویں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، دو سال ان کی نیابت کریں گے، ۴۹ سال کی عمر میں وفات ہوگی، مرزا قادیانی، ریاض احمد گوہر شاہی اور لاہور کا محمد قاسم مہدی ہونے کے جھوٹے دعویدار ہیں، کیونکہ یہ تمام علامات سے عاری ہیں۔

تیسرا درس ’’عیسائیت: تعارف وتعاقب‘‘ کے عنوان پر کراچی یونیورسٹی کے پروفیسر حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی صاحب نے دیا، آپ نے کہا کہ موجودہ عیسائیت ’’پولوس‘‘ کی تعلیمات پر قائم ہے۔ عیسائیت کا ماخذ ’’بائبل‘‘ انتہائی غیر معتبر مجموعہ ہے، کیونکہ یہ تضادات کا پلندہ ہے۔ موجودہ عیسائیت کے نظریات انتہائی غیر معقول ہیں۔ ہر عقلمند انسان ان نظریات کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ بطور مثال! حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کیا، نبی جیسے معصوم انسان سے گناہ کا کیا تعلق؟ حضرت آدم علیہ السلام کا گناہ ہر بنی آدم میں منتقل ہوا، ایک تو نظریۂ گناہ ہی بے بنیاد اور پھر آگے منتقل ہونا کیسی حیران کن بات۔ اسی طرح واقعۂ صلیب اور عقیدۂ کفارہ بھی عجیب وغریب تفصیلات پر مشتمل ہے۔ عیسائیوں کے دو بڑے فرقے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔

تیسرے دن کا چوتھا اور آخری درس ’’قادیانیت اور آئین پاکستان‘‘ کے عنوان پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قانونی مشیر محترم جناب منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ نے دیا۔ انہوں نے کہا کہ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ دستورِ پاکستان کی کتاب میں دفعہ ۲۶۰ شق بی اور شق سی میں یہ قانون موجود ہے۔ ۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری ہوا، جس میں کہا گیا کہ قادیانی اسلامی علامات استعمال نہیں کرسکتے، کیونکہ وہ غیر مسلم

دوروزہ ختم نبوت کورس، نوشہرہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نوشہرہ کے زیر اہتمام دوروزہ ختم نبوت کورس ۲۰، ۲۱؍جولائی ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ اتوار بمقام ضلعی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جامعہ ترتیل القرآن مسجد بابا کرم شاہ میں منعقد ہوا، جس کی صدارت مولانا قاری محمد اسلم حقانی مدظلہ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع نوشہرہ اور نگرانی مولانا محمد عابد کمال حقانی مبلغ ختم نبوت نے کی۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی دامت برکاتہم العالیہ مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور مفتی محمد راشد مدنی مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے درس کے فرائض سرانجام دیئے۔ کورس کا دورانیہ روزانہ ۳ بجے تا عصر ۶ بجے تک تھا۔ کورس کے اسباق عقیدہ ختم نبوت، حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام، اوصاف نبوت اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف تھے، تقریباً ۱۳۵۰ اسکول، کالج، دینی مدارس کے طلباء اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے افراد نے کورس میں شرکت کی۔ کورس کے اختتام پر شرکائے کورس میں بدست امیر محترم مولانا قاری محمد اسلم صاحب اور مولانا قاری محمد شیر از صاحب دامت برکاتہم العالیہ ناظم عمومی ضلع نوشہرہ اسناد تقسیم کی گئیں، پروگرام امیر محترم کے اختتامی کلمات اور دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

ہیں۔ اگر اسلامی علامات استعمال کریں تو تین سال قید کی سزا اور کئی ہزار روپے جرمانہ ہوسکتا ہے۔ مجموعہ تعزیراتِ پاکستان دفعہ ۲۹۵، دفعہ ۲۹۸ شق بی اور شق سی میں یہ قانون موجود ہے۔ قادیانی ان قوانین کی خلاف ورزی کر کے بغاوت کے مرتکب ہورہے ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو آئین وقانون کا پابند بنانے کے لئے تمام ادارے اپنا کردار ادا کریں۔

کورس کے آخری دن یعنی چوتھے روز پہلا درس ''تحریکاتِ ختم نبوت'' کے عنوان پر ضلع شرقی کے مسؤل مولانا محمد رضوان قاسمی کا ہوا، انہوں نے کہا کہ تحفظ ختم نبوت اور تردید قادیانیت امت مسلمہ کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ مسلمانوں نے انفرادی اور اجتماعی طور پر یہ فریضہ ہمیشہ بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔ پاکستان کی سرزمین پر ۱۹۵۳ء کو عاشقانِ رسول نے ختم نبوت کی تحریک چلائی، بلاتفریق رنگ ونسل، مسلک ومزاج تمام مکاتب فکر تاج وتخت ختم نبوت کی چوکیداری کے لئے ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے۔ تین بڑے مطالبات کئے گئے: (۱) قادیانیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم قرار دیا جائے، (۲) وزیر خارجہ ظفراللہ قادیانی کو برطرف کیا جائے، (۳) تمام سرکاری کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔ اس تحریک سے ملک بھر میں عمومی ذہن بن گیا کہ قادیانی مسلمانوں کا حصہ نہیں۔ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ظفراللہ قادیانی استعفیٰ دینے پر مجبور ہوا۔ دس ہزار سے زائد مجاہدین ختم نبوت اس تحریک میں صرف لاہور میں شہید ہوئے۔ قادیانی مظالم کے نتیجہ میں ۱۹۷۴ء کو دوبارہ ختم نبوت کی تحریک چلائی گئی۔ تمام مکاتب فکر صف بستہ کھڑے ہوئے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے پانچویں امیر محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے امارت فرمائی۔ قائد جمعیت، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے قومی اسمبلی میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کا مطالبہ کیا گیا۔ پاکستان کی قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی تشکیل دے کر اکیس روز تک قادیانی مسئلہ پر گفت وشنید ہوئی۔ نتیجہ میں تمام اراکین وممبران کا اتفاق ہوا کہ قادیانی مسلمان نہیں۔ وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو اس متفقہ فیصلہ کا اعلان کیا اور اسے پوری قوم کا فیصلہ قرار دیا۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک کے نتیجہ میں ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری ہوا۔ جس کے تحت قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روکا گیا۔ آج بھی ہر مسلمان ناموس رسالت پر قربان ہونے کو تیار ہے۔

درس کے بعد شرکائے کورس کو ایک گھنٹہ امتحان کی تیاری کے لئے وقت دیا گیا۔ امتحان اختیاری تھا، دوسوبیس حضرات نے امتحان میں حصہ لیا۔ امتحانی پرچہ ۴۰ سوالات اور ۱۵۰ نمبرات پر مشتمل تھا۔ پرچہ کا دورانیہ ایک گھنٹہ پر محیط تھا۔ شرکائے کورس کا امتحانی ہال میں سکون و دیانت کا ماحول قابل دید تھا۔ امتحان کے بعد راقم الحروف نے ترغیبی گفتگو میں کہا کہ دین کے تمام شعبوں میں تحفظ ختم نبوت کا کام ہمیں ترجیحی بنیادوں پر کرنا چاہیے۔ تمام علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ تحفظ ختم نبوت، روزِ قیامت شفاعت رسول کے حصول کا آسان اور یقینی عمل ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفاتر اور مبلغین سے ہم تعلق قائم کریں۔ مجلس کا لٹریچر، کتب اور دونوں ترجمان رسالے، ہفت روزہ ختم نبوت کراچی اور ماہنامہ لولاک ملتان کے مستقل خریدار اور قاری بنیں۔ تحفظ ختم نبوت کی عبادت پر اپنا مال، جان، وقت قربان کریں اور دوسروں کو بھی اس کام میں لگانے کا ذریعہ بنیں۔ اپنے علاقہ، محلہ کو قادیانی مصنوعات سے پاک و صاف کریں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ نے اختتامی گفتگو میں کہا کہ اس کورس سے ہمیں تحفظ ختم نبوت کی فکر ساتھ لے کر جانا چاہیے۔ اس کام کو ہم اپنی زندگی کا نصب العین اور مقصد بنائیں۔ درجہ رابعہ سے اوپر کے طلباء کرام سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر میں ضرور شرکت کریں۔ آپ کی دعا پر تحفظ ختم نبوت کورس کا اختتام ہوا۔ کورس کی تیاری میں ضلعی مسؤلین اور ٹاؤنز کے نگران حضرات نے بھرپور کردار ادا کیا۔ خاص طور پر ضلع جنوبی کے مسؤل مولانا محمد کلیم اللہ نعمان، ضلع غربی کے مسؤل مولانا محمد شعیب کمال، ضلع کیماڑی کے مسؤل مولانا محمد عبداللہ چغرزئی، صدر ٹاؤن کے کارکنان جامع مسجد اسامہ لیمارکیٹ کے امام وخطیب مولانا محمد ابرار زمان خان، جامعہ دولت القرآن شو مارکیٹ گارڈن کے استاذ مولانا محمد انس الطاف، گلبرگ ٹاؤن کے کارکن مولانا محمد عمر، کیماڑی کے کارکنان حارث محمود، محمد فیضان اور محمد کامران روزانہ کی بنیاد پر کورس کے انتظامات میں مصروف عمل رہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی محنت و کاوش کو قبول فرمائے، آمین ثم آمین۔ ☆☆

7 ستمبر 1974 کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں اور لاہوری گروپ کو متفقہ طور پر
غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا 7 ستمبر 2024 کو اس فیصلے کے 50 سال مکمل ہونے پر
بمقام
مینارِ پاکستان لاہور
بتاریخ
7
ستمبر بروز ہفتہ
بعد نمازِ عصر
2024
یوم الفتح
فقید المثال
تاریخی
عظیم الشان
ختمِ نبوت
گولڈن جوبلی
بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے
زیر صدارت
پیر طریقت رہبر شریعت خاکوانی
حضرت مولانا
حافظ محمد ناصر الدین خان
ولی کامل
امیر مرکزیہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ نقشبندی مجددی حفظہ اللہ
مہمان خصوصی
قائد ملت اسلامیہ قائد جمعیۃ
حضرۃ مولانا فضل الرحمن دامت برکاتہم
مرکزی امیر جمعیۃ علماء اسلام
علماء کرام مشائخ
قائدین، دانشور
اور قانون دان
خطاب فرمائیں گے
منجانب
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ لاہور
0300-4304277
0300-4275579
0302-4198012